سلسلہ مطبوعات 228

فہرست

بیگم ایکس ٹو
قاصد کی تلاش
الٹی تصویر
شادی کا ہنگامہ

TASWEER KA HANGAMA
By.: Ibn-e-Safi
Aam Edition Price "P.B." : [redacted]
Library Edition Price "H.B." : Rs.100/=
Edition : 2004
KITAB WALA
2794, Gali Jhot Wali,
Pahari Bhojla, DELHI-110006
Ph.: (O)2328 1499, (R)22593249

نام ناول : تصویر کا ہنگامہ
مصنف : ابن صفی
سن اشاعت : ۲۰۰۴ء
قیمت رف ایڈیشن : [redacted]
قیمت لائبریری ایڈیشن : =/۱۰۰ روپے
مطبوعہ : فائن آفسیٹ پریس، شاہدرہ، دہلی-32
ناشر : کتاب والا، 2794، گلی جھوت والی،
پہاڑی بھوجلہ، دہلی-110006

ابنِ صفی

تھکے تھکے سے اور بوجھل لمحوں کے لیے اکسیر
ابن صفی کی زندہ جاوید تحریر۔

عمران کا ایک دلچسپ کارنامہ

سر سلطان کا پرانا مرض "بے خوابی" ان دنوں پھر عود کر آیا تھا اور وہ اپنی دیہی اقامت گاہ میں مقیم تھے۔ ایسے مواقع پر وہ تبدیلی آب و ہوا کے بہانے سیدھے یہیں چلے آتے تھے۔ شہر سے کوئی ملازم بھی ساتھ نہیں لاتے تھے۔ دیہی کوٹھی کے ملازم ہی ان کی خدمت گاری کے فرائض انجام دیتے تھے۔ یہاں کے پُرسکون ماحول میں انھیں پوری نیند نصیب نہیں ہوتی تھی۔ چوبیس گھنٹوں میں بمشکل تمام ڈیڑھ دو گھنٹے کی غنودگی طاری ہوتی تھی۔ غنودگی یوں کہ غنودگی کا احساس برقرار رہتا تھا۔ اس وقت رات کے دو بجے تھے اور نیند ان کی آنکھوں سے کوسوں دُور تھی۔ کچھ دیر خواب گاہ میں بیٹھے رہے... پھر باہر نکل کر پورچ میں آکھڑے ہوئے تھے۔ پائیں باغ تاریکی میں ڈوبا ہوا تھا اور دُور سے گیدڑوں کی آوازیں آرہی تھیں۔ سردی آج زیادہ نہیں تھی، اس لیے انھوں نے اپنے جسم کے گرد ایک ہلکی سی شال لپیٹ رکھی تھی۔ بے خوابی کا مرض نیا نہیں تھا۔ ہر تین چار ماہ بعد ایک آدھ ہفتے کا دورہ ضرور پڑتا تھا۔ وہ ایک آرام کرسی پر نیم دراز ہو گئے۔ پائیں باغ کے گرد چہار دیواری تو تھی لیکن پھاٹک نہیں لگایا گیا تھا۔ داخلے کے راستے کی دونوں جانب دو خوبصورت ستون تھے جن پر عشق پیچاں کی بیلیں چھائی ہوئی تھیں۔ مشرقی گوشے میں پرندوں کے لیے اونچے اونچے جنگلے بنائے گئے تھے۔ جن میں دیس دیس کے خوبصورت پرندے چہچہایا کرتے تھے۔ سر سلطان نے اندھیرے میں آنکھیں گاڑ دیں۔ فضا پر وہی مانوس سا سناٹا مسلط تھا جس میں جھینگروں کی مسلسل جھائیں جھائیں بھی شامل تھی۔ کبھی کبھی دور سے گیدڑوں کی آوازیں آتیں۔ دفعتاً انھیں بہت دُور سے کسی گاڑی کی ہیڈ لائیٹس کی چمک دکھائی دی تھی۔ شاید کوئی گاڑی سڑک سے گاؤں کی جانب مڑی تھی۔ وہ چونک پڑے کیا کوئی ان کے پاس آرہا ہے۔ انھوں نے چوکیدار کو آواز دی۔

"جی صاحب۔" پائیں باغ کے کسی گوشے سے اُس نے جواب دیا تھا۔

"دیکھو، اگر شہر سے کوئی یہاں آئے تو اسے دیوان خانے میں لے آنا۔ میں وہیں ہوں۔"

"بہت بہتر جناب۔"

وہ اٹھ کر خواب گاہ میں آئے اور یہاں کا لیمپ اٹھا کر دیوان خانے کی طرف چل پڑے۔ تھوڑی دیر بعد انھوں نے کسی گاڑی کے انجن کی آواز سنی تھی۔ شاید وہ گاڑی پورچ میں آکر رکی تھی۔

پھر چوکیدار دیوان خانے میں داخل ہو کر بولا۔ "کوئی عمران صاحب ہیں۔"

"اوہو۔" سر سلطان مضطربانہ انداز میں بولے۔ "بلاؤ... بلاؤ۔" پھر وہ اٹھ کر ٹہلنے لگے تھے۔ تھوڑی دیر بعد عمران اپنا بریف کیس اٹھائے دیوان خانے میں داخل ہوگیا۔ "تم کب آئے؟" انھوں نے گرم جوشی سے مصافحہ کرتے ہوئے پوچھا۔

"آج ہی آیا ہوں۔"

"کیا رہا؟"

"فتح...!"

"مطلب یہ کہ وہ مجما سرزامی..."

"ایڈلاوا کہلاتا تھا۔ آئی کی باطنی حکومت کا والی، درحقیقت بین الاقوامی گھپلوں کا باعث... بالآخر مارا گیا۔ رپورٹ ایک ہزار صفحات پر مشتمل ہے۔ کسی وقت اطمینان سے دیکھئے گا۔ میں فی الحال آپ سے یہ پوچھنے آیا ہوں کہ آپ نے میری عدم موجودگی میں میری شادی کیوں کرا دی؟"

"آتے ہی بکواس شروع کردی۔ بیٹھو... بیٹھ جاؤ۔"

"اب تو سر پر ہاتھ رکھ کر بیٹھنا پڑے گا اور ناک پر رکھی ہوئی انگلی دیکھنی اور توند گھٹنی پڑے گی۔"

"کیسی بکواس ہے۔"

"پندرہ دن سے کوئی بیگم ایکس ٹو سلیمان کو فون پر بور کر رہی ہیں۔"

"سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔" سر سلطان کرسی سے اُٹھ کر بولے۔

"بیٹھ جائیے۔ وہ مجھے پوچھتی تھیں اور آج تو میں نے ہی اُن کی کال نہ صرف ریسیو کی تھی بلکہ آپ کو سنانے کے لیے ریکارڈ بھی کرلی تھی۔"

"کسی طرح بھی ممکن نہیں۔ میرے علاوہ اور کوئی بھی نہیں جانتا کہ تم..."

"ٹھیک ہے لیکن آخر بیچارے عمران نے کیا قصور کیا ہے۔" اس نے کہتے کہتے بریف کیس سے ایک چھوٹا سا ٹیپ ریکارڈر نکالا۔ سر سلطان کی آنکھوں میں اُلجھن کے آثار تھے۔ دفعتاً انھوں نے کہا۔ "اوہو! ایک بار تمھی نے بتایا تھا کہ ایک عورت بھی اس راز سے واقف ہے۔"

"روشی۔"

"ہاں... ہاں..."

"لیکن وہ اس کی جرأت نہیں کرسکتی۔ خیر اب سنیے تو سہی۔ بالکل ایسے ہی انداز میں محترمہ نے احکامات صادر فرمائے ہیں۔ جیسے یہ حقیر پُرتقصیر ایکس ٹو کا اردلی ہونے کا شرف رکھتا ہو۔"

عمران نے ٹیپ ریکارڈر چلا دیا۔ ایک نسوانی آواز آئی۔

"ہیلو... عمران... عمران موجود ہے یا نہیں؟"

"جی... میں بول رہا ہوں جناب عالیہ۔" عمران کی آواز آئی۔

"تم کہاں مر گئے تھے۔" عورت کی آواز آئی۔

"جی ذرا باتھ روم تک گیا تھا۔ کسی نے دودھ میں پھٹکری دی ہے۔"

"بکواس مت کرو۔ میں پوچھ رہی ہوں پندرہ دن سے کہاں غائب تھے۔"

"جی وہ کدو کاشت کر رکھی ہے۔ فصل کاٹنے گیا تھا پھر سبزی منڈی میں ٹنگ جانا پڑا... آپ کون ہیں بیگم صاحب...؟"

"بیگم ایکس ٹو۔"

"ارے باپ رے۔"

"کیا مطلب؟"

"اس نام کا ایک بڑا خام بم ہوا کرتا تھا پچھلی جنگ عظیم میں۔"

"تمھاری بکواس سننے کے لیے فون نہیں کیا گیا۔"

"تو پھر میرے لائق کوئی خدمت؟"

"صاحب کو ملیریا ہوگیا ہے۔"

"الحمدللہ۔"

"کیا کہا؟"

"جی کچھ نہیں۔ مجھی پر جاتے ہی نہ تھے کسی طرح۔ مچھر دل کا بہت بہت شکریہ۔"

"بکواس بند کرو... کام سنو۔"

"جی فرمایئے۔"

"کل صبح تین مرغیاں۔ ڈھائی سیر آلو اور بکرے کی ایک ران بنگلے پر پہنچا دینا۔"

"کیا مچھر بھی ابھی مقیم ہیں؟"

"کیا مطلب؟"

"صاحب سے تمھاری مرغی ابھی نہیں جاتی۔"

"شٹ اپ۔" کہہ کر سلسلہ منقطع کر دیا گیا تھا۔ عمران نے ٹیپ ریکارڈر کا سوئچ آف کر دیا۔

"کیا یہ وہی عورت نہیں ہوسکتی؟ آواز مجھے جانی پہچانی سی لگ رہی ہے۔" سر سلطان نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔

"جی نہیں۔ یہ روشی کی آواز نہیں ہے۔"

"سنو جس طرح مجھے علم ہے کہ ایک عورت تمھیں بحیثیت ایکس ٹو جانتی ہے اسی طرح کسی اور کو بھی ہوسکتا ہے۔"

"اور جب میں تین مرغیاں اور ڈھائی سیر آلو لے کر اس عورت کے پاس پہنچوں تعاقب کرنے والے معلوم کرلیں کہ وہ عورت کون ہے اور پھر اس عورت کی شامت آجائے گی۔ یا تو بتلائے کہ ایکس ٹو کون ہے یا اپنا حلیہ بگڑوا بیٹھے۔"

"نتائج اخذ کرنے میں جلد بازی سے کام نہ لو۔ پتا نہیں کیا چکر ہے۔ تمھارے کسی ماتحت سے تو فون پر گفتگو نہیں کی؟"

"جی نہیں۔ ابھی تک تو ایسا نہیں ہوا۔"

"کال ایکس ٹو کے فون پر آ رہی ہے۔"

"جی نہیں، میرے ہی فون پر۔"

"تو اس کا مطلب ہوا کہ جو کوئی بھی ہے فی الحال تمھاری ذات تک محدود ہے۔ ایکس ٹو کے خصوصی فون کا نمبر بھی اُسے معلوم نہیں۔"

"جی ہاں۔ یہی کہا جاسکتا ہے۔"

"ذرا ایک بار پھر ٹیپ سناؤ۔ جانے کیوں مجھے آواز جانی پہچانی سی لگ رہی ہے۔" عمران نے دوبارہ ٹیپ چلا دیا۔ سر سلطان غور سے سنتے رہے تھے پھر سر ہلا کر بولے تھے۔ "یاد نہیں پڑتا کہ یہ آواز کہاں سنی تھی۔ بہرحال اب تم کیا کرو گے؟"

"مرغیاں اور ڈھائی سیر آلو کہیں نہ کہیں تو جائیں گے۔"

"تم نے اس سلسلے میں روشی سے ضرور پوچھ گچھ کی ہوگی۔"

"وہ شہر ہی میں موجود نہیں ہے۔ دو ماہ کے لیے جرمنی گئی ہوئی ہے۔"

"کیوں؟"

"جس فرم میں کام کرتی ہے اسی کی طرف سے بھیجی گئی ہے۔"

"تو پھر یہ سامان کہاں جائے گا؟"

"کہیں نہ کہیں تو جانا ہی چاہیے۔ ورنہ اس عورت کا سُراغ کیوں کر ملے گا۔"

"کسی کو زحمت میں نہ ڈال دینا۔"

"دیکھا جائے گا۔ شہر کی بہتیری عورتوں کا دشمن ہوں۔"

"اب دیکھو مجھے نیند کب آتی ہے۔"

"مجھے بے حد افسوس ہے جناب لیکن آپ کے علم میں لائے بغیر کوئی قدم نہیں اُٹھانا چاہتا تھا۔"

"تم نے اچھا کیا۔ یہ ٹیپ ریکارڈر میرے ہی پاس چھوڑ جاؤ۔ آخر مجھے کیوں نہیں یاد آتا کہ میں نے یہ آواز کہاں سنی تھی۔"

"اسی ٹیپ میں ثریا طاہرہ نیر اور نرگس بیگم کی کچھ غزلیں بھی دستیاب ہیں۔"

"محفوظ رہیں گی۔"

"مطلب یہ کہ مزید بے خوابی سے بچنے کے لیے...!"

"تم نے سخت الجھن میں ڈال دیا ہے۔" سر سلطان نے ٹیپ کو ری وائنڈ کرتے ہوئے کہا۔ ایک بار پھر وہ اس عورت کی آواز سن رہے تھے اور عمران بریف کیس سے ایڈلاوا والی رپورٹ کا فائل نکال رہا تھا۔ ایک بار پھر پوری گفتگو سننے کے بعد انھوں نے سوئچ آف کر دیا۔ ان کی آنکھیں گہری سوچ میں ڈوبی ہوئی تھیں۔

"تو کیا تم اسی وقت واپس جاؤ گے۔" کچھ دیر بعد انھوں نے پوچھا۔

"ظاہر ہے۔ ورنہ صبح کو مرغیوں اور آلوؤں کا کیا بنے گا۔" عمران

نے کہا اور فائل سر سلطان کی طرف بڑھا دیا۔

★★

خانم نسرین شہر کی ایک مشہور سوشل ورکر تھی۔ شاندار کوٹھی میں رہتی تھی اور اسی کے ایک حصے میں ایک انڈسٹریل ہوم قائم کر رکھا تھا جہاں غریب گھرانوں کی لڑکیاں کڑھائی سلائی کا کام کرتی تھیں۔ شہر کے دولت مند حلقوں میں جانی پہچانی شخصیت کی مالک تھی۔ حکام شہر بھی اس کا خیال رکھتے تھے۔ دن بھر اس کی کوٹھی میں قوم کی خدمت ہوتی تھی اور رات کو ہر کمرہ عشرت کدہ بن جاتا تھا۔ عیش کرنے والوں میں شہر کے سرمایہ دار، بڑے آفیسر اور غیر ملکی سیاح بھی ہوا کرتے تھے۔ کوٹھی میں دو عدد ساؤنڈ پروف کمرے بھی تھے۔ یہاں "سرکش ہستیاں" راہ پر لائی جاتی تھیں۔ مثلاً اگر کسی تعلیمی ادارے کی کوئی لڑکی کسی بڑے سرمایہ دار کو پسند آجاتی تو وہ سیدھا خانم نسرین ہی کی طرف رخ کرتا۔ خانم اس لڑکی سے مل بیٹھتی اسے سوشل ورک پر ابھارتی۔ اس طرح وہ اس کی کوٹھی تک پہنچتی اور پھر وہاں سے کسی ساؤنڈ پروف کمرے میں پہنچ جانا کیا مشکل تھا۔ اس کے بعد تو وہ بھی خانم نسرین کے لیے اشرفیوں کی تھیلی بن کر رہ جاتی تھی۔ بارسوخ اتنی تھی کہ ابھی تک قانون کی گرفت میں نہیں آسکی تھی۔ بیچارے ایماندار آفیسروں کی خواہش تھی کہ کسی طرح وہ اپنے انجام کو پہنچے لیکن ان کے اوپر والے ہمیشہ آڑے آتے تھے۔ انڈسٹریل ہوم والے حصے میں اس نے اپنا دفتر بھی بنا رکھا تھا صبح دس بجے سے ایک بجے تک دفتر میں بیٹھتی تھی اور تین بجے سے پانچ بجے تک رات کے لیے کمرے بک کرتی تھی اور متعلقہ عورتوں کو فون کرتی رہتی تھی۔

آج اسے انڈسٹریل والے آفس میں بیٹھے زیادہ دیر نہیں گزری تھی کہ ایک ملازم لدا پھندا ہوا آیا اور دروازے کے قریب رک گیا۔ اس نے تین مرغیاں اٹھا رکھی تھیں۔ ایک چھابے میں آلو تھے اور بکرے کی ایک ران تھی۔ "یہ کیا ہے؟" خانم نے حیرت سے پوچھا۔

"جی ایک آدمی دے گیا ہے۔"

"کس نے بھجوایا ہے؟"

"جی یہ تو نہیں بتایا۔ کہنے لگا بیگم صاحب کے لیے ہے۔ میں نے پوچھا بھی تھا کہ کہاں سے لائے ہو۔ بولا بیگم صاحبہ جانتی ہیں۔"

"بلاؤ اسے...!"

"جی وہ تو چلا گیا۔"

"دوڑ کر دیکھو۔"

"جی وہ تو ٹیکسی میں تھا میری موجودگی ہی میں چلا گیا تھا۔"

خانم سوچ میں پڑ گئی تھی پھر اس نے سر جھٹک کر کہا تھا۔ "اچھی بات ہے اسے کچن میں پہنچا دو۔" وہ سوچ رہی تھی ہو سکتا ہے کوئی صاحب رات کا کھانا یہیں کھانا چاہتے ہوں۔ شام تک معلوم ہو ہی جائے گا پھر اس نے اس واقعہ کو ذہن سے جھٹک دیا تھا۔ دوپہر کے کھانے کے بعد آرام کرنا چاہتی تھی لیکن ملازم نے کسی کی آمد کی اطلاع دی۔ مجبوراً ڈرائنگ روم میں جانا پڑا۔ گھنی ڈاڑھی مونچھوں والا ایک آدمی تھا۔ سر اور داڑھی کے بال بے تحاشہ بڑھے ہوئے نہ ہوتے تو دلکش بھی لگتا۔ "فرمایئے میں کیا خدمت کر سکتی ہوں؟"

"آپ کے ایک شناسا نے مجھے یہاں بھیجا ہے۔ دس پندرہ منٹ بعد وہ خود بھی پہنچنے والے ہیں اور وہی بتائیں گے کہ کیا سلسلہ ہے۔"

"اچھا... اچھا۔ آپ کیا پئیں گے؟"

"مناسب تو یہی ہوگا خاتون کہ اسے بھی آجانے دیجئے۔"

"اچھا اچھا... وہ... بس کہ لوں۔ جیسی آپ کی مرضی۔"

اور پھر تھوڑی ہی دیر بعد ایک آدمی خانم کی پشت والے دروازے سے اندر داخل ہوا اور وہ چونک پڑی۔ آنے والے کے ہاتھ میں ریوالور تھا جس کی نال خانم کی طرف اٹھی ہوئی تھی۔

"آواز نہ نکلے ورنہ گولی سینے میں پیوست ہو جائے گی۔" اس نے آہستہ سے کہا۔ "ساؤنڈ پروف کمرے کی طرف چلو۔"

خانم کی آنکھیں خوف سے پھیل گئی تھیں۔ بڑے بالوں والا بھی اٹھ کر اسی کے پاس آکھڑا ہوا تھا۔ نرم لہجے میں کہا۔ "وہی کرو جو کہا جا رہا ہے۔"

"مم... مگر..."

"فکر نہ کرو... صرف تھوڑی سی پوچھ گچھ۔"

"وہ تو نہیں..."

"نہیں... ساؤنڈ پروف کمرے میں۔" ریوالور والے نے سخت لہجے میں کہا۔

"یہاں کوئی ساؤنڈ پروف کمرہ نہیں ہے۔"

"دیکھو تم نے ابھی سے جھوٹ بولنا شروع کر دیا۔" بڑے بالوں والے نے نرم لہجے میں کہا تھا۔

"چلو۔" ریوالور والا غرایا۔

وہ انھیں بالآخر ساؤنڈ پروف کمرے میں لائی تھی اور بڑے بالوں والے نے دروازہ بند کر دیا تھا۔ اس نے اپنا بریف کیس مسہری پر رکھتے ہوئے مسہری کی طرف اشارہ کیا۔ "بیٹھ جاؤ۔"

"سوال تو یہ ہے کہ آخر..."

"تم کوئی سوال نہیں کرو گی صرف جواب دو گی۔" ریوالور والے نے کہا۔

"میں نہیں جانتی تم لوگ کون ہو؟"

"یہ اور بھی اچھا ہے خاتون۔" بڑے بالوں والے نے شائستگی سے کہا۔

"پوچھو... کیا پوچھنا ہے۔" وہ جھلا کر بولی۔

"ایکس ٹو کون ہے؟"

"کون ٹو؟"

"ایکس ٹو..."

"یہ کیا بلا ہے؟... میں نہیں جانتی۔"

"بری بات ہے خاتون۔" بڑے بالوں والے نے کہا۔ "پوزیشن کو سمجھنے کی کوشش کرو۔ تمھیں ساؤنڈ پروف کمرے میں اسی لیے لایا گیا ہے کہ ضرورت پڑنے پر تشدد بھی کیا جاسکے۔"

"یقیناً تم دونوں پاگل ہوگئے ہو۔ میں نہیں جانتی کہ ایکس ٹو کیا بلا ہے۔"

ریوالور والے نے الٹے ہاتھ سے اس کے منہ پر تھپڑ رسید کیا اور وہ ہذیانی انداز میں چیختی ہوئی اس پر جھپٹ پڑی تھی۔ اس نے ریوالور تو جیب میں ڈالا اور اسے دونوں ہاتھوں سے پیٹنے لگا۔ لمبے بالوں والے نے دروازہ مقفل کر کے کنجی قفل ہی میں رہنے دی اور پھر ان دونوں کی طرف متوجہ ہو گیا۔ ریوالور والے نے خانم کا لباس جگہ جگہ سے پھاڑ دیا تھا اور جسم کے مختلف حصوں پر زور زور سے چٹکیاں لے رہا تھا اور وہ جانوروں کی طرح چیخ رہی تھی۔ پھر وہ اسے چھوڑ کر ہٹ گیا۔ خانم فرش پر اوندھی پڑی پھوٹ پھوٹ کر روتی رہی۔

"میں تمھیں تحلیل کر کے رکھ دوں گا۔ ورنہ بتاؤ کہ ایکس ٹو کون ہے؟"

"میں نہیں جانتی۔" وہ حلق کے بل چیخی۔

اس بار اس کے بائیں پہلو پر ٹھوکر پڑی تھی اور بلبلا کر اٹھ بیٹھی تھی۔ پھر کمر پر ٹھوکر پڑی۔

"ٹھہر جاؤ..." لمبے بالوں والے نے کہا۔ "پھر سے سوچنے کا موقع دو۔ ظاہر ہے کہ اگر اس نے نہ بتایا تو زندہ بھی نہ رہ سکے گی۔"

ٹھوکروں نے اس کی حالت خراب کر دی تھی ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے قوت گویائی ہی چھن گئی ہو۔ بایاں پہلو دبا کر سانس لینے کی کوشش کر رہی تھی۔ آنکھیں اس طرح پھیلی ہوئی تھیں جیسے کچھ دکھائی ہی نہ دے رہا ہو۔

"یہ تم نے کیا کیا؟" بڑے بالوں والے نے غصیلے لہجے میں کہا اور خانم پر جھک پڑا پھر وہ اسی طرح پہلو دبائے ہوئے بائیں جانب ڈھلک گئی تھی۔ بڑے بالوں والا اسے ہلا ہلا کر آوازیں دیتا رہا لیکن وہ تو بالکل بے حس و حرکت ہو چکی تھی۔

"تم بالکل گدھے ہو۔" بڑے بالوں والا سیدھا کھڑا ہو کر غرایا۔ "ختم ہو گئی۔"

"نہیں!" ریوالور والے کے حلق سے پھنسی پھنسی سی آواز نکلی۔

"چلو... نکل چلو... احمق کہیں کے۔"

★★

صفدر اس وقت سے ان کا تعاقب کر رہا تھا جب عمران مرغیاں آلو اور بکرے کی ران لے کر کسی طرف روانہ ہوا تھا۔ وہ دونوں عمران کا تعاقب کر رہے تھے اور صفدر ان کے پیچھے تھا پھر عمران تو اپنا کام کر کے چلتا بنا تھا اور وہ دونوں خانم کی کوٹھی کے آس پاس ہی منڈلاتے رہے تھے اور صفدر ان کی واپسی کا منتظر رہا تھا۔ یہ تو ظاہر تھا کہ وہ اس کوٹھی کے باشندے نہیں تھے لہذا ان کی واپسی لازمی تھی۔ اصل مقصد تو ان دونوں کے ٹھکانے کا پتا لگانا تھا۔

آدھے گھنٹے بعد وہ کوٹھی سے باہر آئے تھے اور ان کے انداز میں کسی قدر سراسیمگی بھی پائی جاتی تھی۔ صفدر ایک بار پھر ان کا تعاقب کر رہا تھا لیکن تھوڑی ہی دیر بعد اس نے محسوس کیا کہ اس کے پیچھے بھی ایک گاڑی ہے۔ تو کیا اس کا بھی تعاقب ہو رہا ہے؟ اگر ایسا تھا تو پھر بات کہاں بنی؟ پچھلی گاڑی قریب ہوتی جا رہی تھی وہ کوئی غیر متعلق آدمی بھی ہو سکتا تھا جسے بعض اتفاق کہ اسے بھی ادھر ہی جانا ہو جدھر صفدر کی گاڑی جا رہی تھی۔ دفعتاً ایک زوردار دھماکا ہوا صفدر کی گاڑی اچھل پڑی تھی۔ پھر اس نے بریک لگائے

تھے اور اس کی گاڑی بائیں جانب گھوم کر الٹتے الٹتے بچی تھی پچھلا ایک ٹائر برسٹ ہو گیا تھا۔ انجن بند کر کے وہ گاڑی سے اتر آیا۔ پچھلی گاڑی تو برابر سے ہوتی ہوئی نکلی چلی گئی۔ دھکا دے کر اس نے اپنی گاڑی کو سڑک سے نیچے اتار دیا۔ کھیل ختم ہو چکا تھا۔ شاید پچھلی گاڑی سے ہونے والے بے آواز فائر نے یہ کرشمہ دکھایا تھا۔ فالتو پہیہ ڈکی میں موجود تھا جیک لگانا ہی پڑا۔ پہیہ بدلنے میں بیس پچیس منٹ لگ گئے اور وہ ان دونوں کا سراغ کھو چکا تھا۔ بے دلی سے گاڑی واپسی کے لیے موڑی سیدھا عمران کے فلیٹ کی طرف چلا آیا۔ عمران موجود نہیں تھا۔ اس نے سلیمان سے کافی کے لیے کہا تھا اور ایک سگریٹ سلگا کر آرام کرسی پر نیم دراز ہو گیا تھا۔ وہ سوچ رہا تھا۔ آخر عمران کیوں کیا وہ ایکس ٹو کی شخصیت سے واقف ہے؟ خود اس کی دانست میں سر سلطان کے علاوہ شاید ہی اور کوئی ایکسٹو کی شخصیت سے واقف رہا ہو پھر اس نامعلوم عورت نے سر سلطان ہی کو فون کیوں نہیں کیا تھا۔ وہ سوچتا رہا اور سگریٹ کے ہلکے ہلکے کش لیتا رہا۔ دوسرے کمرے میں فون کی گھنٹی گونجی تھی۔ تھوڑی دیر بعد سلیمان نے آکر کہا۔ "آپ کی کال ہے۔"

صفدر نے کال ریسیو کی تھی۔ دوسری طرف عمران تھا۔

"سیدھا مت کہو۔"

"تو کیا آپ بھی تھے؟"

"ہاں اس گاڑی کے پیچھے جس سے فائر کیا گیا تھا۔"

"تو پھر کامیابی ہی رہی؟"

"بالکل... ان کا ٹھکانہ میرے علم میں آچکا ہے۔ خیر ضروری بات سنو... سر سلطان اپنی ذاتی کوٹھی میں مقیم ہیں تم اور خاور ان کی دیکھ بھال کرو گے۔ ان کے علم میں لائے بغیر۔ فوراً روانہ ہو جاؤ لیکن تم اپنی گاڑیاں نہیں لے جاؤ گے۔ بس سے جاؤ۔ ان کے تحفظ کے سلسلے میں تم مار ڈالنے کی نیت سے بھی فائر کر سکتے ہو۔"

"او کے... اور کچھ؟"

"نہیں بس... اپنی عقل بھی استعمال کر سکتے ہو۔"

"شکریہ۔"

دوسری طرف سے سلسلہ منقطع ہونے کی آواز سن کر اس نے بھی ریسیور رکھ دیا۔ نشست کے کمرے میں واپس آیا تو کافی میز پر موجود تھی اور سلیمان سر جھکائے کھڑا تھا۔ "تمھارے تو عیش ہو گئے ہوں گے صاحب کی عدم موجودگی میں۔" اس نے سلیمان کو چھیڑا۔

"نہیں صاحب! ان سے سر ماری کے بغیر عیش میں بھی خوشی نہیں۔"

"جوزف کہاں ہے؟"

"اپنے کمرے میں ہوگا۔ جب سے آیا ہے ہر وقت قیامت اور روز حساب کی باتیں کرتا رہتا ہے۔"

"کبھی صاحب کے گھر والوں نے بھی پوچھ گچھ کی تھی ان کے بارے میں۔" صفدر نے کہا۔

"کبھی کبھی ثریا بی بی کا فون آتا تھا۔"

کافی پی کر صفدر اٹھ گیا تھا۔ خاور کو شاید پہلے ہی ایکس ٹو کی طرف سے ہدایت مل چکی تھی۔ وہ صفدر کا منتظر تھا۔ "قصہ کیا ہے؟" خاور نے سوال کیا۔

"پتا نہیں... شاید سر سلطان خطرے میں ہیں۔"

"ہم رہیں گے کہاں؟"

"آسمان کے نیچے کوٹھی کے آس پاس۔" صفدر نے ٹھنڈی سانس لے کر کہا تھا۔

★★

بڑے بالوں والا کار ڈرائیو کر رہا تھا اور دوسرا آدمی بھی اگلی نشست پر اس کے قریب بیٹھا تھا۔ "تم نہیں بتاؤ گے کہ وہ کس طرح مری تھی؟" اس نے بڑے بالوں والے سے کہا۔

"سنو۔ میں اس مہم کا انچارج تھا۔ تم میری ہدایت سے تجاوز کر گئے۔"

"بس بے قابو ہو گیا تھا۔"

"مجھے علم نہیں تھا کہ تم عورتوں کو اذیت پہنچا کر لذت محسوس کرتے ہو۔ ورنہ میں کبھی تمھارا انتخاب نہ کرتا۔"

"اب تو جو کچھ ہونا تھا ہو چکا... لیکن تم..."

"دیکھو دوست! میں خواہ مخواہ اپنی گردن نہیں پھنسوا سکتا۔ معمولی تشدد تو مہلک ثابت نہیں ہوا کرتا۔"

"بڑی جاندار عورت تھی مجھے حیرت ہے کہ اتنی جلدی کیسے گئی۔"

"تمھاری ٹھوکر اس کے بائیں پہلو پر پڑی تھی۔ بہرحال میری سمجھ میں نہیں آتا کہ رپورٹ کیا دوں۔ باس اسے پسند نہیں کرے گا۔"

"کیا روانگی کے وقت کمرے میں موجود تھا؟"

"ہاں۔ اس نے براہ راست احکامات صادر کیے تھے۔"

"تم ہم سب میں ذہین ترین آدمی ہو۔ اگر چاہو تو مجھے عتاب سے بچا سکتے ہو۔"

بڑے بالوں والا کچھ نہ بولا۔ تھوڑی دیر بعد ان کی گاڑی ایک بڑی عمارت کے کمپاؤنڈ میں داخل ہوئی تھی۔ وہ گاڑی سے اتر کر عمارت میں آئے۔ بڑے بالوں والا اس کا ساتھ چھوڑ کر اوپری منزل کے ایک کمرے میں داخل ہوا تھا۔ دروازہ بند کر کے اس نے اپنی گردن ٹٹولی تھی پھر دونوں ہاتھوں سے بڑے بالوں والا میک اپ

اتار دیا تھا۔ وہ بالوں سمیت پلاسٹک کا ایک مصنوعی چہرہ تھا جو چھلکے کی طرح اس کے اصل چہرے سے اترتا چلا گیا تھا۔ اصل چہرہ داڑھی اور مونچھوں سے بے نیاز ہونے کے بعد بڑا ڈراؤنا تھا۔ چپٹی سی ناک کے نیچے آدھے گالوں تک پھیلے ہوئے موٹے موٹے ہونٹ بڑے خونخوار لگ رہے تھے۔ آنکھوں کی نرمی غائب ہو چکی تھی۔ اس نے فون کا ریسیور اٹھا کر ماؤتھ پیس میں کہا۔ "فوری کو میرے کمرے میں بھیج دو۔" پھر ریسیور کریڈل پر رکھ کر اس نے کپ بورڈ سے ایک بوتل نکالی تھی اور اسے ہونٹوں سے لگا کر تقریباً چوتھائی مقدار حلق میں اتار گیا تھا۔ بوتل رکھ کر وہ دروازے کو خونخوار نظروں سے گھورنے لگا۔ کچھ دیر بعد ہلکی سی دستک ہوئی تھی۔ "آجاؤ۔" وہ غرایا۔

وہی آدمی دروازہ کھول کر اندر داخل ہوا جس کی ٹھوکر سے خانم نسرین ختم ہو گئی تھی۔

"رپورٹ...؟" اس نے اس کی طرف دیکھے بغیر کہا۔

"وہ... وہ... رپورٹ... جناب... شاہد..."

"میں تم سے رپورٹ طلب کر رہا ہوں۔ تم بھی تو اس کے ساتھ تھے۔"

"وہ... وہ... مر گئی باس۔"

"کیسے مر گئی؟" لہجہ بے حد سرد تھا۔

"وہ... وہ جناب۔"

"پوری بات بتاؤ۔" باس دھاڑا۔

"شاہد نے اس کے دل کے مقام پر ٹھوکر ماری تھی۔"

"اوہ!" وہ چند لمحے اسے خاموشی سے دیکھتا رہا پھر سامنے والے اسٹول کی طرف اشارہ کر کے بولا۔ "بیٹھ جاؤ۔"

"شکریہ باس۔" وہ کپکپاتی ہوئی آواز میں بولا۔ ٹھیک اسی وقت فون کی گھنٹی بجی۔ اس نے آگے بڑھ کر ریسیور اٹھا لیا۔ "یس۔"

"وارث علی سر۔" دوسری طرف سے آواز آئی۔

"یس...؟"

"تعاقب کرنے والی گاڑی کا ٹائر فلیٹ کر دیا گیا تھا۔ لیکن ہمیں شبہ ہے کہ ہمارا بھی تعاقب کیا گیا تھا۔"

"اچھی بات ہے۔ اب تم ادھر نہ آنا۔" پھر اس نے سلسلہ منقطع کر کے کسی کے نمبر ڈائل کیے تھے اور ماؤتھ پیس میں بولا تھا۔ "باس۔"

"یس باس۔" دوسری طرف سے آواز آئی۔

"معلوم کرو عمارت کی نگرانی تو نہیں کی جا رہی۔"

"او کے باس۔"

پھر سلسلہ منقطع کر کے وہ اسٹول پر بیٹھے ہوئے آدمی کی طرف مڑا تھا اور اس کے موٹے موٹے ہونٹوں پر ایک سفاک سی مسکراہٹ نمودار ہوئی تھی۔

وہ سر جھکائے بیٹھا رہا۔ دفعتاً باس نے آگے بڑھ کر اس کے بائیں پہلو پر زوردار ٹھوکر رسید کر دی۔ اس کے حلق سے ایک کربناک چیخ نکلی تھی اور وہ اسٹول سمیت دوسری طرف الٹ گیا تھا پھر خانم نسرین ہی کی طرح اس کا منہ بھی کھلا رہ گیا تھا اور دونوں ہاتھ بائیں پہلو پر جمے ہوئے تھے۔ آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ گئی تھیں۔

باس نے پھر بوتل اٹھائی اور دو تین گھونٹ لے کر اسے بڑی توجہ اور دلچسپی سے دیکھتا رہا۔ وہ اب قطعی بے حس و حرکت ہو چکا تھا۔ مزید تین چار گھونٹ لے کر اٹھا تھا اور بچی کھچی فرش پر پڑے ہوئے آدمی کے حلق میں انڈیلنے کی کوشش کرنے لگا تھا لیکن اس کا حلق تو کبھی کا بند ہو چکا تھا شراب اس کے کھلے ہوئے منہ سے بہہ کر قالین میں جذب ہونے لگی تھی۔

"بس ایک ہی ٹھوکر۔" باس نے وحشیانہ قہقہہ لگایا۔

فون کی گھنٹی پھر بجی اس بار اسے اطلاع ملی تھی کہ فی الحال کوئی ایسا آدمی نظر نہیں آتا جس پر نگرانی کا شبہ کیا جاسکے۔

"اچھا!" اس نے ماؤتھ پیس میں کہا۔ "جتنی جلد ممکن ہو اپنے ٹھکانوں میں منتقل ہو جاؤ۔"

"او کے باس۔" دوسری طرف سے آواز آئی۔

ریسیور رکھ کر وہ اس لاش کی طرف متوجہ ہو گیا جو اسٹول سمیت فرش پر پڑی ہوئی تھی۔ اس کے موٹے موٹے ہونٹوں پر پھر مسکراہٹ نمودار ہوئی تھی۔

★★

رات کے گیارہ بجے تھے۔ عمران کینوس کی آرام کرسی پر نیم دراز اونگھ رہا تھا کہ فون کی گھنٹی بجی۔ دوسری طرف سے جوزف کی آواز سنائی دی۔ "باس وہ عمارت بالکل خالی پڑی تھی۔ البتہ ایک لاش تھی وہاں۔ طاہر صاحب نے لاش کی تصویر لے لی ہے۔"

"ٹھیک ہے... واپس آجاؤ۔"

"بہت اچھا باس۔"

ریسیور رکھ کر عمران اٹھا تھا ہولسٹر اٹھا کر کاندھے پر ڈالا اور پشت پر اس کی پٹیاں کسیں اور کوٹ پہنتا ہوا باہر نکل آیا۔ تھوڑی دیر بعد اس کی ٹوسیٹر اسی عمارت کی طرف جا رہی تھی۔ شاید اس نے وقتی طور پر اس عمارت کو نظر انداز کر کے غلطی کی تھی۔ فوراً ہی اس کی نگرانی شروع کرا دینی چاہیے تھی۔ شام کے اخبارات میں سوشل ورکر خانم نسرین کے قتل کی خبر شائع ہوئی تھی اور اس نے اس طرح سرگو

جنبش دی تھی جیسے اس کی کوشش خاطر خواہ طور پر بار آور ہوئی ہو۔ عمارت سے بہت دور اس نے گاڑی روکی اور انجن بند کر کے نیچے اُتر آیا اب وہ پیدل ہی عمارت کی طرف جا رہا تھا۔ سڑک چھوڑ دی تھی۔ گلیوں میں اندھیرا تھا۔ ذرا ہی سی دیر میں وہ عمارت کی پشت پر جا پہنچا۔ شاید اندر جانا چاہتا تھا۔ اُدھر کئی درخت تھے ایک ایسا بھی تھا جس پر چڑھ کر وہ کم از کم چھت کے نزدیک تو پہنچ ہی سکتا تھا وہ ایک درخت کے قریب پہنچا ہی تھا کہ، اچانک پولیس کی گاڑی کے سائرن سنائی دینے لگے تھے۔ وہ چپ چاپ واپسی کے لیے مڑ گیا تھا۔ شاید عمارت خالی کرنے والوں ہی میں سے کسی نے وہاں لاش کی موجودگی کی اطلاع پولیس کو دے دی تھی۔

فورسیٹر میں بیٹھ کر وہ پھر اپنے فلیٹ کی طرف چل پڑا یہاں سلیمان کسی سے فون پر اُلجھا ہوا تھا۔ عمران نے اشارے سے پوچھا کون ہے۔

"آپ کی بیگم صاحبہ ہیں۔" سلیمان ماؤتھ پیس پر ہاتھ رکھ کر بولا۔ "ویسے دماغ چاٹ رہی ہیں۔"

"لاؤ مجھے دو ریسیور۔" عمران نے کہا اور ریسیور اُس کے ہاتھ سے جھپٹ لیا۔ "ہیلو۔"

"کون ہے؟" دوسری طرف سے آواز آئی۔

"جی وہی مفت کا خادم... فرمایئے۔"

"تم نے وہ سامان بنگلے پر نہیں پہنچایا؟"

"جی... پہنچا تو دیا تھا۔"

"کہاں پہنچا دیا تھا؟"

"بنگلے پر۔"

"کس کے بنگلے پر؟"

"کمال کرتی ہیں آپ بھی بیگم صاحبہ۔ کیا صاحب نے آپ کو نہیں بتایا کہ فون پر اس قسم کی گفتگو نہیں کیا کرتے۔"

"نہیں... وہ تو کئی دن سے بے ہوش پڑے ہیں۔"

"چرس کی بجائے مرچوں کا سفوف استعمال کر بیٹھے ہوں گے۔"

"کیا بکواس ہے۔"

"حقیقت عرض کر رہا ہوں بیگم صاحبہ، صاحب پر کوئی نظر رکھا کریں۔"

"اچھا ایک بات تو بتاؤ۔"

"فرمایئے۔"

"اس عورت سے کب کی دشمنی نکالی ہے۔"

"اس شہر میں ایک بھی ایسی عورت کو زندہ دیکھنا پسند نہیں کرتا جیسی وہ تھی۔"

"اگر پولیس کو خبر ہو جائے تو...؟"

"میرے خلاف ثبوت کہاں سے ہم پہنچائے گی۔"

"اگر میں نشاندہی کر دوں تو؟"

"صاحب ہوش میں آتے ہی آپ کی کھال اُتار دیں گے ویسے میں سوچ رہا ہوں کہ کھال اُتر جانے کے بعد آپ کیسی لگیں گی۔"

"شٹ اپ۔" کے ساتھ ہی سلسلہ منقطع کر دیا گیا تھا۔

"آخر یہ کون کسٹری ہے۔" سلیمان نے اُسے ریسیور رکھتے دیکھ کر کہا تھا۔

"شکل دیکھے بغیر کیسے کہہ سکتا ہوں کہ کسٹری ہے بھی یا نہیں۔"

"کسی دن پنجابی میں گالیاں سناؤں گا۔"

"لائن ڈیڈ ہو جائے گی بے... خبردار ایسا مت کرنا۔"

"آپ نہیں ملتے تو مجھے بُرا بھلا کہنے لگتی ہے۔"

عمران نے ہاتھ ہلا کر اسے جانے کا اشارہ کیا اور کوٹ اُتار ہی رہا تھا کہ پھر فون کی گھنٹی بجی۔

"ہیلو۔" اس نے ریسیور اٹھایا۔

"صفدر۔ ہم واپس آگئے ہیں۔ سر سلطان وہیں کوٹھی سے کہیں اور چلے گئے ہیں۔ ہو سکتا ہے شہر ہی واپس آگئے ہوں۔ آپ تصدیق کر لیجئے۔"

"اچھا... اچھا... اور کوئی خاص بات؟"

"میں نے شام کا اخبار بھی دیکھا ہے۔ آخر اس بچارے نے آپ کا کیا بگاڑا تھا؟"

"شٹ اپ۔" کہہ کر عمران نے سلسلہ منقطع کر دیا پھر اس نے سر سلطان کے نمبر ڈائل کیے تھے۔ "کیا سر سلطان موجود ہیں؟"

"ہاں... سو رہے ہیں۔ آپ کون ہیں؟"

"عمران۔"

"کیا جگا دوں؟"

"نہیں، وہیں کوٹھی سے کب واپس آئے۔"

"شام کو۔"

"صبح انھیں بتا دینا کہ میں نے خیریت دریافت کی تھی۔"

"بہت اچھا۔"

ریسیور رکھ کر اس نے سلیمان کو آواز دی تھی۔ تھوڑی دیر بعد وہ آیا تھا۔ "ابے رات کا کھانا؟"

"صبح کو کھایا جائے گا... اس وقت ناممکن ہے۔"

"کیا بکتا ہے۔" عمران اُسے گھورتا ہوا دھاڑا۔

"میں سمجھا تھا کہ ان مرغیوں میں آپ کا بھی حصہ ہے۔"

"ابے تو کیا کچھ بھی نہیں ہے؟"

"سوکھی ڈبل روٹی اور مسور کی پتلی دال کے علاوہ کچھ بھی نہیں ہے۔"

"شکر ہے مونگ سے مسور پر تو آیا۔ چل وہی لا۔"

"لاؤں کہاں سے۔ سوکھی روٹی اور مسور کی دال میرے پیٹ میں ہے۔"

"اچھا تو اب میں تجھے ہی کھا جاؤں گا۔"

"مجھے کھا گئے تو پھر کل کیا کھایئے گا۔"

"ہاں یہ تو ہے۔" عمران مسکین سی صورت بنا کر بولا۔ "خیر دیکھا جائے گا۔" سچ مچ وہ بھوکا تھا۔ تو پھر؟ اس نے دوبارہ کوٹ پہنا اور فلیٹ سے باہر نکل گیا۔ اس بار عمران کی گاڑی ٹپ ٹاپ نائٹ کلب کی طرف جا رہی تھی لیکن تھوڑی ہی دیر بعد اس نے محسوس کر لیا کہ اس کا تعاقب کیا جا رہا ہے۔ "ابے مردود وہ کیا بھوکا ہی مارو گے مجھے۔" عمران بڑبڑایا۔ اس نے گاڑی ایک گلی میں موڑ دی۔ دوسری گاڑی بھی مڑی تھی۔ عمران اگلی سڑک پر نکل آیا۔ دوسری گاڑی اب بھی پیچھے لگی ہوئی تھی پوری طرح یقین کر لینے کے بعد کہ تعاقب ہی کیا جا رہا ہے اس نے ایک جگہ گاڑی روک دی اور نیچے اُتر کر ایک ڈرگ اسٹور میں داخل ہو گیا۔ وہاں سے اس نے بلیک زیرو کے نمبر ڈائل کیے۔ دوسری طرف سے فوراً ہی جواب ملا تھا۔

"میں ٹپ ٹاپ نائٹ کلب جا رہا ہوں۔ میرے عقب میں بھی کوئی ہے۔ صفدر سے کہو کہ ٹپ ٹاپ پہنچے۔"

"بہت اچھا جناب۔"

عمران نے ریسیور رکھ دیا اور دُکان دار کو کال کے پیسے دے کر باہر نکل آیا۔ دوسری گاڑی شاید آگے کہیں پارک کی گئی تھی۔ وہ پھر اپنی گاڑی میں جا بیٹھا، انجن اسٹارٹ کیا اور گاڑی موڑ کر ٹپ ٹاپ کی طرف روانہ ہو گیا۔ عقب نما آئینے میں پچھلی گاڑی کی ہیڈ لائٹس نظر آ رہی تھیں۔ گاڑی کی رفتار اس نے تیس میل سے زیادہ نہیں بڑھائی تھی۔ ہو سکتا ہے کہ تعاقب کرنے والوں نے اسے فون کرتے بھی دیکھا ہو لہٰذا اب وہ بہت زیادہ محتاط ہو جائیں گے۔ اس سے پہلے بھی انھیں دھوکے میں رکھ کر اُن کا تعاقب کیا گیا تھا اور شاید وہ اس سے واقف بھی ہو گئے تھے اسی لیے اس عمارت کو چھوڑ بھاگے تھے۔ عمران سوچتا رہا۔ ٹپ ٹاپ کے پارکنگ شیڈ میں جگہ نہیں تھی۔ اس لیے اُسے کھلے ہی میں گاڑی پارک کرنی پڑی۔ اس کے بعد کمپاؤنڈ میں داخل ہوئی تھی اور عمران ہی کی گاڑی کے قریب پارک کر دی تھی۔ پورچ تک پہنچتے پہنچتے عمران نے ان دونوں افراد کو دیکھ لیا تھا جو اس گاڑی سے اُترے تھے ایک عورت تھی اور ایک مرد۔ وہ ڈائننگ ہال میں داخل ہوا۔ یہاں فلور شو ہو رہا تھا اور شاید چند ہی میزیں خالی تھیں۔ عمران نے ایسی میز منتخب کی جہاں سے وہ صدر دروازے پر نظر رکھ سکتا تھا۔

تعاقب کرنے والے بھی ہال میں داخل ہوئے اور عمران کے قریب کی دو میزیں چھوڑ کر تیسری کے گرد بیٹھ گئے۔ عورت خاصی حسین تھی۔ ویسی ہی تھی۔ عمر زیادہ سے زیادہ تیس سال رہی ہوگی۔ مرد قد آور اور جسیم تھا۔ گھنی اور چڑھی ہوئی مونچھیں اس کے چہرے پر شاندار لگ رہی تھیں۔ بظاہر وہ دونوں عمران کی طرف متوجہ نہیں تھے۔ عمران نے ویٹر کو اشارے سے بلا کر چکن سوپ اور تلے ہوئے جھینگے طلب کیے تھے ان دونوں نے بھی کچھ منگوایا اور پھر باتیں کرنے لگے تھے۔ رقص کی موسیقی جدا آہنگ تھی اور میزوں کے درمیان تھرکتی ہوئی عورت بھی گانے بھی لگتی تھی۔ فلور شو ٹپ ٹاپ کی روایات کے خلاف تھا نہ جانے کیوں ان دنوں یہ بدعت رائج ہو گئی تھی بہرحال وہ خاموشی سے سوپ پیتا رہا۔ تعاقب کرنے والوں کی میز پر شراب کی بوتل اور گلاس نظر آ رہے تھے۔

تھوڑی دیر بعد اس نے صفدر کو ہال میں داخل ہوتے دیکھا وہ دروازے کے قریب ہی رُک کر میزوں کا جائزہ لینے لگا پھر عمران پر نظر ٹھہری تھی اور وہ اس کے قریب ہی کی خالی میز کی طرف بڑھ گیا۔ عمران نے تعاقب کرنے والوں کی طرف دیکھا وہ اس کی طرف متوجہ نہیں تھے۔ عمران نے صفدر کی طرف دیکھ کر ان دونوں کی طرف اشارہ کیا تھا اور صفدر نے ان کے قریب والی میز پر قبضہ کر لیا تھا۔ اس نے کافی منگوائی تھی عمران اب تلے ہوئے جھینگوں پر ہاتھ صاف کر رہا تھا۔ یہ اس کی پسندیدہ ترین ڈش تھی۔

دفعتاً ہیڈ ویٹر اس کی میز کے قریب آ کر بولا۔ "آپ کی کال جناب۔"

"اوہ... اچھا... شکریہ۔" عمران اُٹھتا ہوا بولا۔

کاؤنٹر پر پہنچ کر اس نے ریسیور اٹھایا تھا۔ دوسری طرف سے بلیک زیرو کی آواز آئی۔ "صدیقی نے اطلاع دی ہے کہ آپ کی گاڑی میں کوئی گڑبڑ کی گئی ہے۔ میں نے صدیقی کو ہدایت کی تھی کہ صفدر کے پیچھے جائے۔"

"بہت اچھے جا رہے ہو۔"

"شکریہ جناب۔ آپ باہر نکل کر صدیقی کی گاڑی استعمال کر سکتے ہیں۔ میرا خیال ہے کہ آپ کی گاڑی میں کوئی اس قسم کی کارروائی کی گئی ہے کہ وہ کچھ دور چلنے کے بعد کھڑی ہو جائے۔"

"میں انھیں مایوس نہیں کروں گا۔"

"یعنی آپ اپنی ہی گاڑی استعمال کریں گے۔"

"بالکل۔" عمران نے ریسیور رکھتے ہوئے رُک کر کہا۔ "اور ہاں سنو! جولیا کو ہدایت کر دو کہ مجھ سے دور ہی رہے۔"

"بہت بہتر جناب۔"

ریسیور رکھ کر وہ اپنی میز کی طرف پلٹ آیا تھا۔ ویٹر کو بلا کر کافی طلب کی۔ صفدر ان دونوں کی طرف متوجہ تھا۔ کافی ختم کر کے عمران اُٹھ گیا۔ وہ سوچ رہا تھا کہ تعاقب کرنے والوں کی گاڑی میں کوئی تیسرا بھی رہا ہوگا جس نے اس کی گاڑی پر ہاتھ صاف کر دیا۔ باہر نکل کر وہ اپنی گاڑی کی طرف بڑھا تھا لیکن اس نے ان دونوں کو باہر نکلتے نہیں دیکھا۔ ان کی گاڑی میں اسٹیئرنگ وہیل کے سامنے سچ مچ تیسرا آدمی نظر آیا۔

عمران نے سر کو خفیف سی جنبش دی تھی اور اپنی گاڑی کا دروازہ کھول کر بیٹھ گیا تھا۔ کن انکھیوں سے پورچ کی طرف دیکھا ان دونوں کا کہیں پتا نہ تھا۔ صفدر بھی نہ دکھائی دیا۔ بالآخر اس نے گاڑی اسٹارٹ کی اور سڑک پر نکال لایا۔ تعاقب کرنے والی گاڑی بھی تھوڑی دیر بعد دکھائی دی تھی۔

عمران نے اپنی گاڑی اس سڑک پر ڈال دی جو بندرگاہ کی طرف جاتی تھی۔ جلد ہی ویرانہ شروع ہو گیا اور ایک جگہ گاڑی کا انجن بے ہنگم سا شور پیدا کر کے بند ہو گیا۔ عمران نے اُتر کر بونٹ اُٹھایا اور جھک کر انجن کا جائزہ لینے کی کوشش کرنے لگا۔ ٹھیک اسی وقت تعاقب کرنے والی گاڑی بھی قریب ہی آ کر رُکی۔ اس پر سے ایک آدمی اُتر کر عمران کی طرف بڑھا ساتھ ہی اس نے ہانک لگائی تھی۔ "تم ریوالور کی زد پر ہو۔ اپنے ہاتھ اوپر اُٹھاؤ۔"

عمران نے دونوں ہاتھ اوپر اُٹھا دیے اور بولا۔ "بالکل پھکڑ ہو رہا ہوں یار۔ پرس میں تین روپے پچھتر پیسے پڑے ہوئے ہیں۔" عمران نے کہا۔

قریب آ کر وہ بائیں ہاتھ سے عمران کی جیبیں ٹٹولنے لگا پھر اس کا ہاتھ بغلی ہولسٹر پر رُکا ہی تھا کہ عمران کا داہنا گھٹنا تیزی سے اوپر اُٹھا اور ساتھ ہی ریوالور والے ہاتھ پر ہاتھ بھی پڑا۔ ساتھ ہی اجنبی تو چیخ مار کر سڑک پر اُلٹ گیا تھا اور اس کا ریوالور اس کے ہاتھ میں تھا۔

"کنفیوشس نے کہا تھا کہ مردوں کو لنگوٹ ضرور باندھنی چاہیے۔" عمران نے فقرہ اُس شان سے کہا۔ "اب پڑے لوٹا کرو زمین پر۔"

وہ تھوڑی دیر تک پڑا کراہتا رہا تھا پھر بولا۔ "دراصل میں تو مدد کرنا چاہتا تھا۔"

"ریوالور دکھا کر؟" عمران نے پوچھا۔

"میں نے کہا تھوڑا سا مذاق بھی سہی۔"

"بڑا خوفناک مذاق تھا۔ اچھا اب اُٹھ کر کرو مدد۔"

وہ اُٹھا تھا لیکن پوری طرح سنبھلنے بھی نہیں پایا تھا کہ عمران نے ریوالور کا دستہ اس کی گدی پر رسید کر دیا اور وہ پھر منہ کے بل نیچے چلا آیا اس بار بے ہوش ہو گیا تھا۔ عمران نے اسے اُٹھا کر اسی کی گاڑی کی پچھلی سیٹ پر ڈال دیا۔ اگنیشن میں کنجی موجود تھی۔ اپنی گاڑی اس نے وہیں سڑک کے کنارے چھوڑ دی اور اب حملہ آور کی گاڑی سائیکو مینشن کی طرف لیے جا رہا تھا۔

★★

صفدر اس وقت تک وہاں بیٹھا تھا جب تک کہ وہ دونوں نہیں اُٹھ گئے تھے۔ وہ باہر آئے اور پھاٹک پر رُک کر اِدھر اُدھر دیکھتے رہے اُن کی کار تو پہلے ہی جا چکی تھی اور رات گئے کوئی خالی ٹیکسی ملنی مشکل تھی۔ پھر صفدر نے دیکھا کہ وہ پیدل ہی ائیرپورٹ کی طرف جا رہے تھے اب اس کے لیے دشواری تھی۔ ہو سکتا تھا کہ راستے میں انھیں کوئی ٹیکسی مل جاتی اور صفدر وہیں کھڑا رہ جاتا۔ دفعتاً اس نے پھر انھیں کلب کی طرف مڑتے دیکھا۔ وہ سچ مچ پلٹ آئے تھے۔ عورت پورچ ہی میں رُک گئی تھی اور مرد اندر چلا گیا تھا۔ صفدر نے سوچا کہ شاید وہ کسی کو فون کر کے گاڑی طلب کرنے گیا تھا۔ مرد جلد ہی واپس آ گیا تھا اور پھر وہ دونوں پورچ میں کھڑے ہاتھ ہلا ہلا کر گفتگو کرتے رہے تھے۔

صفدر اپنی گاڑی میں بیٹھا انھیں دیکھتا رہا۔ مرد شاندار شخصیت کا مالک تھا۔ ایسا لگتا تھا جیسے پہلے کبھی پرائز فائٹر بھی رہ چکا ہو۔ عورت دلکش تھی اور اس کے ساتھ کچھ ایسی بُری بھی نہیں لگتی تھی۔ پھر وہ عمران کے بارے میں سوچنے لگا تھا۔ اسے حالات کا پوری طرح علم نہیں تھا۔ پتا نہیں وہ حضرت اب کہاں ہوں گے اور کیا کر رہے ہوں گے پھر اسے خانم نسرین یاد آ گئی۔ مفت میں ماری گئی بے چاری۔ عمران نے اسے اس کے متعلق فون پر گفتگو کرنے سے روک دیا تھا۔ ممکن ہے نسرین کا بھی انھی لوگوں سے کسی قسم کا تعلق رہا ہو۔ عمران خواہ مخواہ... کسی کو نقصان نہیں پہنچا سکتا۔ تھوڑی دیر بعد ایک لمبی سی سیاہ گاڑی کمپاؤنڈ میں داخل ہوئی تھی اور وہ دونوں پورچ سے آگے بڑھ آئے تھے۔

ایک باوردی ڈرائیور نے گاڑی سے اُتر کر ان کے لیے دروازہ کھولا تھا۔ صفدر سوچ رہا تھا کہیں عمران سے اندازے کی غلطی تو نہیں ہوئی یا پھر اسی نے اس کا اشارہ غلط سمجھا ہو۔ بہرحال اب تو دیکھنا ہی تھا۔

اس نے تعاقب شروع کر دیا تھا۔ اگلی گاڑی ایک عمارت کے سامنے رُکی تھی اور صرف عورت اُتر کر عمارت کی طرف بڑھ گئی تھی۔ گاڑی پھر آگے چل دی۔ عمارت کا محل وقوع ذہن نشین کرتے ہوئے صفدر نے گاڑی کا تعاقب جاری رکھا تھا۔ کچھ دیر بعد گاڑی ہوٹل انٹرکانٹی نینٹل کی کمپاؤنڈ میں داخل ہوئی تھی اور پھر پندرہ منٹ کے اندر ہی اندر اسے معلوم ہو گیا تھا کہ وہ اسی ہوٹل کے کمرہ نمبر ایک سو چار میں مقیم ہے۔ نام بھی معلوم ہو جاتا لیکن کاؤنٹر کلرک نے تعاون نہیں کیا تھا۔

اس نے اب سائیکو مینشن کا رُخ کیا کیونکہ رپورٹ ریکارڈ کرانی تھی واپسی میں وہ اس عمارت کے پاس رُکا جہاں عورت اُتری تھی۔ تین منزلہ عمارت تھی۔ اعلیٰ درجے کے فلیٹس تھے دلشاد ولا نام تھا۔ پھر وہ سائیکو مینشن پہنچا ہی تھا کہ وہاں عمران کی موجودگی کا علم ہو گیا اور یہ بھی معلوم ہوا کہ وہ اپنے ساتھ کسی بے ہوش آدمی کو بھی لایا تھا جو ابھی تک بے ہوش ہے اور عمران کامن روم میں بیٹھا اس کے ہوش میں آنے کا انتظار کر رہا ہے۔ وہ سیدھا کامن روم کی طرف چلا گیا۔ یہاں عمران ایک آرام کرسی پر نیم دراز آہستہ آہستہ چیونگم کچل رہا تھا۔

"آہا..." وہ اسے دیکھ کر سیدھا بیٹھتا ہوا بولا۔ "اب مجھے یہ اطلاع نہ دیجئے گا کہ وہ دونوں لارڈ اور لیڈی دھانسو فیکس تھے۔"

"جی نہیں! ایسی کوئی اطلاع نہیں ہے۔ عورت دلشاد ولا میں گئی تھی اور مرد انٹرکانٹی نینٹل کے کمرہ نمبر ایک سو چار میں مقیم ہے۔ نام نہیں معلوم ہو سکے۔"

"یہ بھی اچھا ہی ہوا۔"

"کیوں؟"

"اللہ کی مرضی... زیادہ سوچنے کی ضرورت نہیں ہے۔"

"آپ کسے لائے ہیں؟" صفدر نے اُسے غور سے دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"اس طرح نہ گھورا کرو... میرا دل کسی قدر زنانہ پن محسوس کرنے لگتا ہے۔"

"باتوں میں نہ اُڑایئے... وہ کون ہے؟"

"یار ہوش میں آئے تو بتائے کہ کون ہے پیشانیوں پر تو نام نہیں لکھے ہوتے۔" پھر صفدر اپنی رپورٹ ریکارڈ کرانے چلا گیا تھا۔ واپسی پر معلوم ہوا کہ عمران جا چکا ہے۔ اس کا قیدی ابھی تک ہوش میں نہیں آیا۔ صبح ہونے میں زیادہ دیر نہیں تھی اس نے سوچا کیوں نہ بقیہ وقت کامن روم کی کسی آرام کرسی ہی پر اونگھ کر گزار دے۔ ابھی بیٹھا بھی نہیں تھا کہ اطلاع ملی کہ فون پر اس کی کال ہے۔

دوسری طرف سے ایکس ٹو کی آواز آئی۔ "دلشاد ولا میں اسے تلاش کر کے اس کے بارے میں مکمل معلومات فراہم کرو۔"

"بہت بہتر جناب۔"

"براہ راست عمران کو رپورٹ دے سکتے ہو۔"

"بہت بہتر۔"

دوسری طرف سے سلسلہ منقطع ہونے کی آواز آئی۔ اس نے بھی ریسیور رکھ دیا تھا پھر کامن روم میں آ کر اونگھنے لگا۔ سب سے پہلے تو اسے یہ معلوم کرنا پڑتا کہ وہ اس عمارت کے کس فلیٹ میں رہتی ہے اور یہ بھی اسی صورت میں ممکن ہوتا جب وہ اسے کسی فلیٹ سے برآمد ہوتے دیکھ لیتا۔ نام تو معلوم نہیں تھا تو پھر اب اس عمارت کو چھوڑنا پڑے گا۔

صبح ہوتے ہی وہ سائیکو مینشن سے نکل کھڑا ہوا تھا ایک ریستوران میں ناشتہ کر کے دلشاد ولا کی طرف روانہ ہو گیا تھا۔

باہر ایک بڑے سے بورڈ پر عمارت کے مکینوں کے نام اور فلیٹ کے نمبر درج تھے ان میں کئی عورتیں تھیں لہٰذا اس جگہ بھی بات نہ بن سکی۔ اس کے بعد وہ پہلی منزل کی طویل راہداری میں پہنچا تھا۔ دو چار ہی قدم چلا ہوگا کہ زینوں کے سرے پر وہی آدمی دکھائی دیا جو پچھلی رات اس عورت کے ساتھ تھا۔ وہ دوسری منزل کے زینوں کی طرف مڑ گیا تھا۔ صفدر پلٹ پڑا۔ دوسری منزل کے ایک فلیٹ کے سامنے رک کر اس نے کال بیل کا بٹن دبایا تھا اور دروازہ کھلنے کا انتظار کرنے لگا تھا۔ صفدر تیسری منزل کے زینوں کی طرف بڑھ گیا۔

تیسری منزل کی راہداری میں وہ سگریٹ سلگانے کے لیے رکا تھا۔ دو تین کش لے کر وہ دوسری منزل پر آیا اور اس فلیٹ کا نمبر دیکھ کر واپسی کے لیے زینے طے کرنے لگا۔ گراؤنڈ فلور پر پہنچ کر اس بورڈ کے پاس آ کھڑا ہوا تھا جس پر کرایہ داروں کے نام تحریر تھے۔ سترہ نمبر کے فلیٹ کے سامنے "مادام سعدیہ درانی" لکھا ہوا تھا۔

اب اس کی کار عمران کے فلیٹ کی طرف جا رہی تھی وہ

مانگنی تھا غیر متوقع طور پر جلد ہی کامیابی نصیب ہو گئی تھی۔

عمران ناشتے کی میز پر تھا شاید وہ دن چڑھے تک سوتا رہا تھا۔ آتے دیکھ اس نے سلیمان کو آواز دی تھی اور اس کے لیے بھی کچھ لانے کو کہا تھا۔

"نہیں شکریہ! میں ناشتہ کر چکا ہوں۔"

"خیر... خیر... بیٹھو۔ شاید اس کا نام سعدیہ درانی ہے اور فلیٹ نمبر تیرہ میں رہتی ہے۔"

صفدر کا منہ حیرت سے کھلا ہوا تھا اور پھر اس نے سختی سے دانت بھینچ لیے تھے۔ سارے جوش پر ٹھنڈا پانی پڑ گیا تھا۔

"پرواہ مت کرو۔" عمران نے ہاتھ ہلایا۔ "تم نے بہت پھرتی دکھائی ہے اور مجھے محض اتفاق سے معلوم ہو گیا۔" پھر اس نے صفدر کو بتایا تھا کہ پچھلی رات اس پر کس طرح حملہ ہوا تھا۔ اور کس طرح اس نے ایک گاڑی پر قبضہ کیا تھا۔ گاڑی کی نمبر پلیٹ کے بارے میں چھان بین کرنے کے سلسلے میں اسے ایک عورت کا نام اور پتہ معلوم ہوا تھا۔ اتفاق سے وہ عورت وہی نکلی جس کے سلسلے میں صفدر معلومات فراہم کرنے نکلا تھا۔ "وہ گاڑی اسی کی ہے۔" عمران بولا۔ "اور وہ جس کی میں نے پٹائی کی تھی اس کا ڈرائیور تھا۔ فی الحال اس نے اپنی زبان قطعی بند رکھی ہے۔ اسپیشلسٹ کا خیال ہے کہ وہ اب بھی ہوش میں نہیں ہے۔ گدی پر ذرا زور سے ہاتھ پڑ گیا تھا۔"

"میرے پاس بھی ایک گاڑی کا نمبر ہے۔" صفدر پژمردہ سی آواز میں بولا پھر اس نے جیب سے نوٹ بک نکال اور اس کے صفحات الٹتا رہا۔ "یہ وہی گاڑی ہے جو مرد نے کلب میں طلب کی تھی۔ اس کا نمبر نوٹ کیجیے۔ شاید اس سے مرد کی شخصیت پر روشنی پڑ سکے۔"

"پیڈ پر لکھ دو۔" عمران نے میز کی طرف اشارہ کیا۔

صفدر نے نمبر تحریر کیے اور پھر ناشتے کی میز پر آ بیٹھا۔

"لو... ایک کپ کافی ہی سہی۔" عمران اس کی طرف پیالی سرکاتا ہوا بولا۔

"شکریہ!"

دو تین گھونٹ لینے کے بعد بولا تھا۔ "کوئی سراغ بھی ہے اس کیس کا؟"

"ابھی تو صرف ایکس ٹو کی دم ہے۔ سابقہ ہے، مردود نے میری عدم موجودگی میں شادی کر لی ورنہ اب سر الکھا کر کثرت اولاد سے تنگ آ کر جنگل کی راہ لیتا۔"

"بات اڑانے کی کوشش نہ کیجیے۔"

"اے میرے لخت جگر! ابھی اپنا بھی یہی حال ہے کہ اندھیرے میں ٹامک ٹوئیاں مار رہے ہیں۔ اب اس نمبر کا حال بھی کھلا جاتا ہے۔" اس نے فون پر بلیک زیرو کے نمبر ڈائل کیے تھے اور دوسری طرف سے جواب ملنے پر کہا تھا۔ "یہ ایک گاڑی کا نمبر ہے۔ لکھو۔" نمبر لکھوا دینے کے بعد بولا تھا۔ "یہ معلوم کرو کس کے نام پر رجسٹرڈ کی گئی ہے۔ ہاں جلدی ہی ہے۔" ریسیور رکھ کر وہ صفدر کی طرف مڑا تھا۔

"سعدیہ درانی کا جغرافیہ؟" صفدر نے سوال کیا۔

"کیا تم نہیں جانتے کہ اس عمارت میں زیادہ تر خواتین [illegible] کہلاتی ہیں؟"

"اوہ...!"

"اونچی چیزیں ہیں۔" عمران سر ہلا کر بولا۔

دفعتاً فون کی گھنٹی بجی تھی اور عمران نے ریسیور اٹھا لیا تھا۔ "... جی ہاں! میں ہی تو ہوں... سلام علیکم... جی ہاں آپ سو رہے تھے... بہت خاص بات ہے۔ میں آپ سے آفس میں ملنا چاہتا ہوں... گیارہ بجے... جی بہت بہتر... ٹھیک گیارہ بجے پہنچ جاؤں گا۔" ریسیور رکھ کر اس نے کافی کی دوسری پیالی تیار کی تھی اور سلیمان کو آواز دی تھی۔

"فرمایئے!" وہ کمرے میں آ کر بولا۔

"دوپہر کے کھانے میں کیا ہے؟"

"عقیقہ کا گوشت!"

"اب یہ کہاں سے ہاتھ لگا؟"

"برابر والوں کے حالیہ بچے کا...!"

"بڑے ہی چڑے بکرے ہوں گے۔" عمران نے مایوسی سے کہا۔

"بوٹیاں بھی تھیں... وہ میں نے بلی کو کھلا دیں۔"

"دماغ تو نہیں چل گیا؟"

"اب آپ ایسے گئے گزرے بھی نہیں کہ بوٹیاں تو خود کھائیں اور ہڈیاں بلی کے آگے ڈال دیں۔"

"ٹھیک کہتا ہے۔" عمران نے مغموم لہجے میں کہا۔ "بہرحال دوپہر کا کھانا تمہارے ساتھ ہی رہے گا۔"

"ہڈیوں کا سوپ بنا لوں؟" سلیمان نے چہک کر پوچھا۔

"...بہت طاقتور ہوتا ہے۔"

"دفع ہو جاؤ۔" عمران ہاتھ ہلا کر بولا اور سلیمان برا سا منہ بنائے ہوئے رخصت ہو گیا۔

"اب کیا پروگرام ہے؟" اس نے صفدر سے پوچھا۔

"رات بھر کا جاگا ہوا ہوں۔ اگر اجازت ہو تو یہیں پڑ رہوں۔"

"میں سمجھ گیا۔" عمران بائیں آنکھ دبا کر بولا۔ "چڑیوں کا سوپ پینا چاہتے ہو؟"

"دوپہر کا کھانا آپ میرے ساتھ کانٹی نینٹل میں کھائیے گا۔"

"دھمکی ہے یا دعوت؟"

"دعوت جناب! آپ کو دھمکی دے کر کہاں رہوں گا۔"

* * *

سر سلطان اس کے منتظر تھے۔ جیسے ہی اس نے اپنی آمد کی اطلاع بھجوائی تھی، فوراً آفس میں بلوا لیا گیا تھا۔

"آپ غیر متوقع طور پر واپس آ گئے۔" عمران نے کہا۔

"موجودہ حالات میں وہاں اس ویرانے میں پڑے رہنا مناسب نہیں سمجھا۔"

"میں بھی یہی چاہتا تھا لیکن آپ سے کہہ نہیں سکا تھا۔ ویسے میں نے یہاں پہنچتے ہی دو آدمیوں کی ڈیوٹی لگا دی تھی۔"

"ہاں تو پھر تم نے وہ سامان کیسے بھجوایا تھا؟" سر سلطان نے ہنس کر پوچھا۔

"خانم نسرین کو!"

"نہیں...!" سر سلطان اچھل پڑے۔

"اوہو تو کیا آپ کو بھی دکھ ہوا ہے۔ کیا وہ اسی سزا کی مستحق نہیں تھی؟"

"اخلاقی نکتہ نظر سے تو یقیناً تھی۔" سر سلطان مردہ سی آواز میں بولے۔

"بس تو پھر اسے بھول جایئے۔ ابھی بہتوں پر میری نظر ہے۔ خیر بہرحال میں اس لیے حاضر ہوا ہوں کہ ذرا ایکس ٹو کا فائل نکلوایئے۔"

"ٹی، ایس، ایس۔" سر سلطان نے آہستہ سے کہا تھا اور پھر بے ساختہ چونک پڑے تھے۔ عمران کو غور سے دیکھا تھا اور ان کے ماتھے پر سلوٹیں ابھر آئی تھیں پھر انہوں نے میز کی دراز سے عمران کا کیسٹ پلیئر نکالا اور اسے اپنے پیچھے آنے کا اشارہ کرتے ہوئے ساؤنڈ پروف کمرے میں داخل ہو گئے تھے۔ دروازہ احتیاط سے بند کر کے کیسٹ پلیئر کا سوئچ آن کر دیا تھا اور بیگم ایکس ٹو کی آواز سننے لگے تھے۔

گفتگو کے اختتام پر سوئچ آف کر کے بولے۔ "نہ تم ایکس ٹو کا فائل طلب کرتے اور نہ مجھے یاد آتا۔ وہ فائل ٹاپ سیکرٹ سیکشن کے ریکارڈ روم سے آئے گا۔ ان دنوں ایک لڑکی دو سال پہلے ریکارڈ کیپر کی اسسٹنٹ تھی۔ یہ اسی کی آواز ہو سکتی ہے۔ [illegible] کہلاتی تھی۔ اس نے [illegible] کی بنا پر استعفیٰ دے دیا تھا۔ لیکن میری اطلاعات کے مطابق وہ پچھلے چھ ماہ سے ایک غیر ملکی سفارت خانے میں کام کر رہی ہے۔"

عمران نے [illegible] انداز میں سر کو جنبش دی تھی۔ "لڑکی ہونا بھی کتنی [illegible] بات ہے۔" اس نے ناک سکوڑ کر کہا تھا۔

"کیا مطلب؟"

"آپ کو نہ صرف اس کی آواز یاد ہے بلکہ یہ بھی جانتے ہیں کہ وہ پچھلے چھ ماہ سے کس سفارت خانے میں کام کر رہی ہے۔"

"بکواس کرو گے تو اٹھا کر باہر پھینکوا دوں گا۔ گدھے کہیں کے۔" سر سلطان جھینپ کر بولے۔

"خیر... خیر... مجھے بھی کچھ یاد آ گیا ہے۔ اسی فائل میں اپنا یہ ریمارک بھی دکھاؤں گا کہ ایک دوست بھی ایکس ٹو کی اصلیت سے واقف ہے لیکن ایکس ٹو اس پر اس حد تک اعتماد کرتا ہے کہ اس کا نام اور پتہ تحریر کرنا ضروری نہیں سمجھتا۔"

"تب تو بات صاف ہو گئی۔ میں خود ریکارڈ روم میں جا کر فائل نکلواؤں گا اور دیکھوں گا۔"

"اس کی بھی ضرورت نہیں۔ یہاں ایکس ٹو کا بکھیڑا مت پھیلایئے۔"

"جیسی تمہاری مرضی۔"

"آپ اس معاملے سے بالکل بے تعلق ہو جایئے لیکن ہوشیار رہیے گا۔ کیونکہ آپ بھی جانتے ہیں کہ ایکس ٹو کون ہے۔"

"اسی لیے تو گھبرایا ہوں۔"

سر سلطان نے اس غارت خانے سے متعلق ایک مختصر نوٹ لکھ کر عمران کے حوالے کیا تھا اور پھر عمران وہاں سے رخصت ہو گیا تھا۔ ایک پبلک فون بوتھ سے بلیک زیرو سے رابطہ قائم کیا۔

"کار کسی پرنس داؤد کے نام پر رجسٹرڈ ہے۔ پتہ ایک سو چار اشرفانی نینٹل۔" دوسری طرف سے آواز آئی۔

"تو مستقل طور پر کانٹی نینٹل ہی میں مقیم ہے۔"

"جی ہاں اور دوسری اطلاع خانم نسرین کے کمرے میں جانے والے کچھ لوگ پر مشتمل اس آدمی کی انگلیوں کے نشانات سے مل گئے ہیں جس کی لاش ہم نے بریڈ روڈ والی عمارت میں دیکھی تھی۔"

"عمارت کس کی ملکیت ہے؟"

"نادر چندو دلاکی... کھالوں کا تاجر ہے لیکن اس کے بیان کے مطابق عمارت عرصے سے خالی پڑی رہی ہے۔ وہ اس لاش کو شناخت نہیں کر سکا۔"

"فیاض کے محکمے کی کارروائیوں سے آگاہ رہنے کی کوشش کرنا۔"

"بہت بہتر جناب!"

سلسلہ منقطع کر کے وہ بوتھ سے باہر آیا۔ اب اس کا رخ ہوٹل انٹرکانٹی نینٹل کی طرف تھا... ریڈی میڈ میک اپ ناک پر چسپاں ہو چکا تھا۔ کانٹی نینٹل کے قریب پہنچ کر اس نے گاڑی روکی تھی اور ڈکی سے ایک کیمرہ اور فلیش گن نکال کر عمارت کی طرف چل پڑا۔ ایک بجنے والا تھا ہوٹل کے بوتھ سے گھر کے نمبر ڈائل کیے۔ دوسری طرف سے سلیمان کی آواز سن کر بولا۔ "صفدر صاحب کو جگا کر فون پر بھیج دو۔"

"آپ کب آ رہے ہیں۔ میں نے مٹر کا سوپ تیار کر لیا ہے۔"

"خود پی جاؤ۔ تمہارے ساتھ لنچ کر سکوں گا۔ صفدر کو بھیجو۔"

کچھ وہ انتظار کرتا رہا تھا۔ صفدر کی آواز سن کر بولا۔ "میں کانٹی نینٹل میں موجود ہوں۔ لنچ کرانا چاہتے ہو تو آ جاؤ۔"

"ابھی آیا۔"

"ریڈی میڈ میک اپ میں گائیڈ کم کیمرہ مین۔"

"اوکے باس ابھی پہنچا۔"

سلسلہ منقطع کر کے عمران بوتھ سے باہر آ گیا۔ غیر ملکیوں کی ایک بھیڑ ڈائننگ ہال سے برآمد ہو رہی تھی۔ وہ ایک کنارے ہٹ کر راستہ صاف ہونے کا انتظار کرنے لگا۔ اس کی طرف کسی نے توجہ نہیں دی۔ ہال میں پہنچا تو ہیڈ ویٹر اس کے ہاتھ میں کیمرہ اور فلیش گن دیکھ کر تیزی سے آگے بڑھا۔

"آپ یہاں بزنس نہیں کر سکیں گے جناب!" اس نے بڑے ادب سے کہا۔

"بزنس ہی کمال کرتے ہو... میں یہاں بزنس نہیں لنچ کرنے آیا ہوں۔"

"تشریف رکھیے جناب!"

"ابھی مجھے اپنے ایک دوست کا انتظار ہے۔"

"بہت بہتر... ادھر تشریف لایئے جناب!" اس نے ایک میز کی طرف اشارہ کیا تھا اور کاؤنٹر کی طرف بڑھ گیا۔

تھوڑی دیر بعد صفدر بھی پہنچ گیا تھا۔ عمران نے ہاتھ ہلا کر اسے اپنی طرف متوجہ کیا۔ وہ قریب پہنچا تو سر ہلا کر بولا۔ "بہت فول لگ رہے ہو۔ آج بکرا ذبح کروں گا۔"

"مگر چار آنے سیر بیٹھے گا۔"

"بیٹو اٹھاؤ اور جو دل چاہے میرے لیے بھی منگواؤ۔ اب تو یہ دیکھنا ہے کہ پرنس داؤد واقعی شہزادہ ہے یا ابھی اس کے والدین زندہ ہیں۔"

"وہ تو شاید اب بھی دلشاد ولا ہی میں ہے۔ میں اس کی گاڑی وہیں کھڑی دیکھتا آیا ہوں۔"

عمران کچھ نہ بولا۔ صفدر نے مینو سے کچھ ڈشیں منتخب کی تھیں اور ویٹر کو بلا کر اپنا آرڈر لکھوانے لگا۔ "گمشدہ شہزادے صاحب بھی۔" عمران آہستہ سے بولا اور صفدر کی نظر غیر ارادی طور پر صدر دروازے کی طرف اٹھ گئی۔ وہ سعدیہ درانی کے ساتھ ہال میں داخل ہوا تھا اور ویٹر نے ایک میز کی طرف ان کی رہنمائی کی تھی۔

"میں رات سے سوچ رہا ہوں کہ میں نے اس شخص کو پہلے کہاں دیکھا ہے۔" عمران بولا۔

"بڑا خطرناک معلوم ہوتا ہے۔"

"لگتا تو جاندار ہی ہے۔"

"اور یہ محترمہ بھی خاصی ہیں۔"

"لہٰذا آپ کی ڈیوٹی دلشاد ولا سے ختم۔"

"میں تو سمجھا تھا کہ ان کی واپسی کے بعد ہم لوگ کچھ دنوں تک آرام کریں گے۔"

"ابھی ہی میں کون سے پہاڑ ڈھائے تھے آپ نے۔"

"یہ تو حقیقت ہے۔ الفریڈ کا مہمان بنا رہا تھا۔"

"یاروں کا یار تھا۔ مجھے اس کے انجام پر عرصے تک افسوس رہے گا۔"

"اب پھر اس قسم کا کوئی چکر معلوم ہوتا ہے۔ یہ لوگ بھی ایکس ٹو کے پیچھے پڑ گئے ہیں۔"

عمران کچھ نہ بولا۔

"بیگم ایکس ٹو کی خوب رہی۔" صفدر ہنس کر بولا۔ "ایکس ٹو کا اس سلسلے میں کیا خیال ہے؟"

"وہ صرف کام لینا جانتا ہے اپنا خیال نہیں ظاہر کرتا۔"

"خاصا محظوظ ہوا ہوگا۔"

"شاید بے چارہ محظوظ ہونے کی صلاحیت ہی نہیں رکھتا۔"

"سعدیہ کا ڈرائیور ہوش میں آیا کہ نہیں؟"

"ذہنی حالت ٹھیک نہیں ہے۔"

"میں محسوس کر رہا ہوں کہ [illegible] پر ہاتھ صاف کرنے کے بعد سے آپ کسی قدر خاموش ہو گئے ہیں۔"

"یہ تو غلط ہے... البتہ اندازے کی غلطی کا اعتراف کروں گا۔"

"نخ... خانم نسرین!"

"پھر نام لیا تم نے اس کا۔" عمران آنکھیں نکال کر بولا۔

"واپس... واپس!"

اتنے میں ویٹر طلب کی ہوئی چیزیں لایا تھا۔ پرنس داؤد کی میز بھی خالی نہیں تھی۔ وہ دونوں کھا رہے تھے۔

"آہا...!" دفعتاً عمران چونک پڑا پھر صفدر کی آنکھوں میں دیکھتا ہوا مسکرایا تھا۔

"خیریت جناب عالی!"

"یاد آ گیا کہ یہ شہزادے صاحب کون ہیں۔"

"کون ہیں؟"

"ان کے والد بزرگوار کا نام شہنشاہ خان تھا اس لیے یہ انگریزی میں پرنس ہو گئے ہیں۔ ویسے ان کی والدہ محترمہ بھی انگریز تھیں۔ وہ جزیرہ ان کی ملکیت ہے جسے تم جیسے کھلنڈرے لوگ رنگیلوں کا جزیرہ کہتے ہیں۔"

"اوہ... تو یہ کسی تخریبی اسکیم میں ملوث ہے۔"

"خدا جانے وہ بھی ہے یا صرف عورت... اس کی لاعلمی میں عورت کے ڈرائیور نے یہ حرکت کی ہو۔"

"تو پھر ہمیں کس پہ نظر رکھنا چاہیے؟"

"آپ کے لیے تو عورت ہی مناسب رہے گی۔ آج کسی نہ کسی طرح اس سے مل بیٹھنے کی کوشش کرو۔"

"دیکھوں گا۔"

دفعتاً ایک ویٹر پرنس داؤد کی میز کی طرف بڑھا تھا اور جھک کر آہستہ آہستہ کچھ کہنے لگا تھا۔ پرنس نے چھری اور کانٹا پلیٹ میں رکھ دیا اور اٹھ کر کاؤنٹر کی طرف چلا گیا۔ شاید فون کال تھی۔

"سعدیہ نے اپنی کار کی گمشدگی کی رپورٹ ضرور درج کرائی ہوگی۔" صفدر بولا۔

"کرائی ہے۔ ڈرائیور سمیت گمشدگی کی رپورٹ لیکن اب ڈرائیور تو اسے نہیں مل سکے گا۔ البتہ گاڑی شہر کے کسی نہ کسی حصے میں کھڑی مل جائے۔ وہ بھی ایسی حالت میں اس کا ریڈیو اور ریکارڈ پلیئر نکالا جا چکا ہوگا۔"

"اوہ...!"

پرنس داؤد اپنی میز پر واپس آ گیا تھا اور سعدیہ درانی سے آہستہ آہستہ کچھ کہہ رہا تھا۔ پھر انہوں نے محسوس کیا جیسے وہ دونوں کھانے میں جلدی کر رہے ہوں۔ "ہمیں بھی شاید جلدی ہی کرنی چاہیے۔" صفدر بولا۔

"اگر یہ اس وقت کہیں گئے تو تمہیں ہی ان کے پیچھے جانا پڑے گا۔ مجھے ایک انتہائی اہم معاملہ دیکھنا ہے۔"

"جیسی آپ کی مرضی... میں تو سمجھا تھا کہ شاید انہی دونوں کے لیے یہاں آئے تھے۔"

"آیا تو تھا لیکن اب شہزادے صاحب کو پہچان لینے کے بعد ایک آدھ اور کو بھی چیک کرنا ہے۔" صفدر نیپکن سے ہاتھ صاف کر رہا تھا۔ "اچھی بات ہے۔ اب تم پھر ان دونوں کو دیکھنا۔ میں چلا۔" اس نے اپنا کیمرہ اور فلیش گن اٹھائے تھے اور ہال سے نکلا چلا آیا تھا۔ ایک بار پھر فون پر سائیکو مینشن سے رابطہ قائم کیا۔

"وہ بول پڑا ہے۔" دوسری طرف سے آواز آئی۔ "اگر آپ خود اس سے باتیں کرنا چاہیں تو چلے آیئے۔"

"میں آ رہا ہوں۔" عمران نے کہا اور بوتھ سے نکل کر اپنی گاڑی کی طرف بڑھ گیا۔ بڑی تیز رفتاری سے گاڑی چلاتا ہوا سائیکو مینشن تک آیا تھا۔

طبی شعبے کے ایک بستر پر لیٹا ہوا وہ سگریٹ پی رہا تھا اور اس کے چہرے سے کسی قسم کی بھی پریشانی کا اظہار نہیں ہو رہا تھا۔

عمران ایک کرسی گھسیٹ کر اس کے قریب ہی بیٹھ گیا۔ اس نے اٹھنا چاہا تھا لیکن عمران نے کہا۔ "لیٹے رہو تمہیں آرام کی ضرورت ہے۔"

اس کی آواز سن کر وہ چونکا اور پھر خوفزدہ سی آواز میں بولا۔ "کیا آپ ہی تھے؟"

"ہاں میں ہی تھا۔"

"اگر مجھے معلوم ہوتا۔" وہ جملہ پورا کیے بغیر خاموش ہو گیا۔

"ہاں، ہاں کہو ڈرو مت... جو کچھ ہونا تھا ہو چکا۔"

"صورت سے تو آپ اتنے پھرتیلے نہیں معلوم ہوتے۔"

"رسمی باتوں کے لیے تمہیں بہت وقت ملے گا۔ کام کی باتیں کرو۔ کیا تم اس کے مستقل ملازم ہو؟"

"کس کے؟"

"سعدیہ درانی کے۔"

"نہیں جناب! وقتی طور پر مجھے اس کی ڈرائیوری سونپی گئی تھی۔"

"تو پھر پرنس داؤد کے ملازم ہو گے؟"

"نہیں جناب! میں ایک جہاز راں ہوں۔ ہماری بڑی لانچ وائٹ اینگل گودی میں لنگر انداز ہے اور ہم جزیرہ موبا کے باشندے ہیں۔"

"میں تمہارے مالک کے بارے میں معلوم کرنا چاہتا ہوں۔"

"ہم کپتان کے علاوہ اور کسی کو نہیں جانتے۔ وہ ایک یونانی ہے مسٹر پوگاتس۔"

"گودی میں کب سے لنگر انداز ہے تمہاری لانچ؟"

"پندرہ دن سے جناب۔"

"تم مجھے کہاں لے جاتے؟"

"لانچ پر... مجھے یہی حکم ملا تھا۔"

"تو لانچ اب بھی گودی میں ہی لنگر انداز ہے؟"

"ہونا تو چاہیے لیکن یہ بھی ہو سکتا ہے میری واپسی نہ ہونے کی صورت میں لنگر اٹھا دیا گیا ہو۔"

"یہاں سے کہاں جا سکتی ہے؟"

"آس پاس کے کسی بھی جزیرے میں۔ دراصل بار برداری کی لانچ ہے یہاں سے دور بھی تک جاتی ہے۔"

"اور وہ بار برداری قانونی نہ ہوگی۔"

"قانونی ہی ہوتی ہے۔ لیکن کسی قدر غیر قانونی بھی غیر قانونی اس وقت ہوتی ہے جب فریٹ سے مال آتا ہے۔"

"میں سمجھ گیا جب تک ہم مناسب سمجھیں گے تم یہیں آرام کرو گے۔"

"میں نے سب کچھ صاف صاف بتا دیا ہے اب مجھ پر رحم کیجیے۔ میرے چھوٹے چھوٹے بچے ہیں۔"

"ظاہر ہے کہ تم اپنے اس کام کی وجہ سے مہینوں گھر کی شکل نہ دیکھتے ہو گے۔"

"لیکن ہر ماہ پیسے تو بھجواتا ہوں۔"

"پتہ لکھوا دینا... پیسے پہنچ جائیں گے۔"

"جیسی آپ کی مرضی... اب تو حماقت ہو ہی گئی ہے۔"

"پرنس داؤد یا سعدیہ بھی کبھی لانچ پر جاتے ہیں؟"

"نہیں جناب! میں نے ان دونوں کو پہلی بار دیکھا ہے۔ البتہ ایک دیسی عیاش لڑکی تقریباً دو ماہ سے کپتان کی مہمان ہے۔ وہ تو مہمان ہی کہتا ہے لیکن وہ بے چاری کچھ ایسی سہمی سی رہتی ہے جیسے اُسے اپنی مرضی کے خلاف لانچ پر رہنا پڑ رہا ہو۔"

"نام معلوم ہے؟"

"کیوں نہیں! کپتان اُسے مس توقعی کہہ کر مخاطب کرتا ہے۔"

"اوہ... اچھا اب آرام کرو۔" عمران اٹھتا ہوا بولا۔

* * *

کاٹیج نیٹل سے اٹھ کر وہ دونوں اسی تھانے میں گئے تھے جہاں دلشاد ولا واقع تھی۔ سعدیہ کی گاڑی مل گئی تھی اور تھانے کا انچارج اس کا منتظر تھا۔ صفدر نے اپنی گاڑی تھانے سے خاصے فاصلے پر روکی تھی اور پیدل تھانے تک آیا تھا۔ تھوڑی دیر بعد سعدیہ اپنی گاڑی میں تنہا دکھائی دی۔ پرنس شاید تھانے ہی میں رہ گیا تھا۔ صفدر نے اسی وقت یہی فیصلہ کیا کہ اسے سعدیہ کا تعاقب کرنا چاہیے۔ وہ دلشاد ولا کی بجائے کہیں اور جا رہی تھی۔ صفدر خاصے فاصلے سے اس کا تعاقب کر رہا تھا۔ شہر سے نکل کر وہ بندرگاہ والی سڑک پر ہو لی۔ تھوڑی دیر بعد صفدر نے اسے ریج ہوٹل کے کمپاؤنڈ میں داخل ہوتے دیکھا وہ اپنی گاڑی مغربی گوشے کی طرف لیتا چلا گیا تھا۔ اس کے بعد وہ اس کے پیچھے پیچھے ہی ڈائننگ ہال میں داخل ہوا تھا وہ ایک میز کی طرف بڑھتی چلی گئی جہاں ایک غیر ملکی بیٹھا کافی پی رہا تھا اس کے قریب پہنچنے پر وہ مسکراتا ہوا اٹھا تھا اور مصافحہ کر کے اسے بیٹھنے کو کہا تھا۔ صفدر نے ان کے پیچھے والی میز سنبھال لی۔ سعدیہ غیر ملکی سے فرانسیسی میں کہہ رہی تھی "گاڑی تو مل گئی ہے لیکن ریڈیو اور ریکارڈ پلیئر غائب ہے۔"

"میرا آدمی بھی ابھی تک واپس نہیں آیا۔" مرد بولا۔

"کہیں اسی کی حرکت نہ ہو۔"

"سوال ہی نہیں پیدا ہوتا مادام۔ کیا اسے اپنی زندگی عزیز نہ ہوگی۔ میرا خیال ہے کہ وہ پکڑا گیا ہے۔"

"اگر پکڑا گیا ہے تو تم لوگوں کے لیے خطرناک بھی ثابت ہو سکتا ہے۔"

"خطرات تو زندگی کے ساتھ ہیں۔" اس نے لاپروائی سے شانوں کو جنبش دے کر کہا۔

"ہو سکتا ہے تم ایسے ہی دلیر ہو لیکن مجھے تو اسی شہر میں رہنا ہے اور پرنس کی زندگی بھی خطرے میں پڑ سکتی ہے۔"

"پرنس بھی ہماری ہی طرح نڈر ہے۔ تم اس کی فکر نہ کرو۔"

"ٹھیک ہے لیکن میرے لیے دشواریاں پیدا ہو سکتی ہیں۔"

"کچھ بھی نہیں مادام... میرے ساتھ چلو سب ٹھیک ہو جائے گا۔"

"تمہارے ساتھ کہاں چلوں؟"

"لانچ پر... تمہیں کچھ دنوں کے لیے موبار پہنچا دیں گے۔"

"سنو... تمہارے آدمی نے سب کچھ اگل دیا ہوگا۔"

"اُف... اوہ... پھر بتاؤ میں تمہارے لیے کیا کروں؟"

"میری سمجھ میں نہیں آتا۔"

"تو پھر میری عقل پر بھروسہ کرو... چلی چلو... لانچ پر۔"

"اپنا ضروری سامان تو لے آؤں؟"

"چلو یہی سہی۔ یہ پاس رکھو۔ اسے دکھا کر برتھ تھری سی پر چلی آؤ۔"

پھر وہ اٹھی تھی اور اس سے مصافحہ کر کے باہر چلی گئی۔ صفدر نے مزید تعاقب کا ارادہ ترک کر دیا اب وہ اس تیسرے آدمی پر نظر رکھنا چاہتا تھا گفتگو سے اندازہ ہو گیا تھا کہ عمران پر حملہ کرنے والا اسی کا بھیجا ہوا تھا جو اب تک واپس نہیں آیا۔ اور کسی ایسی لانچ کا ذکر کر چکا تھا جو برتھ نمبر تھری سی پر لنگر انداز ہے اور سعدیہ کو جزیرہ موبار لے جائے گی۔ ویٹر کو بلا کر اس نے کافی طلب کی تھی۔ اتنے میں غیر ملکی ویٹر کو ادائیگی کر کے اپنی کرسی سے اٹھ گیا تھا۔

"جاؤ بیٹے تم بھی جاؤ۔" صفدر آہستہ سے بڑبڑایا۔ "تم اپنی لانچ پر جاؤ گے جو تھری سی پر لنگر انداز ہے اور میں تمہیں بعد میں بھی تلاش کر سکوں گا۔"

وہ بھی چلا گیا اور صفدر کافی کی چسکیاں لیتا رہا۔ ویسے وہ عمران کو صورت حال سے آگاہ کرنا چاہتا تھا۔ اٹھ کر کاؤنٹر پر آیا اور فون پر کال کرنے کی اجازت لے کر عمران کے نمبر ڈائیل کیے وہ گھر پر نہیں تھا۔ اس لیے سائیکو مینشن کے نمبر بھی آزمائے اور وہ وہاں مل گیا تھا صفدر نے رپورٹ دی۔

"بہت اچھے۔" بالآخر عمران کی آواز آئی۔ "انعام کے مستحق ہوتے جا رہے ہو۔ اس لانچ کا نام وہائٹ اینگل ہے اور وہ آدمی فرانسیسی نہیں یونانی ہے۔ اس کا نام پوگاس ہے اور شاید یونانی اور فرانسیسی کے علاوہ کوئی اور زبان نہیں بول سکتا۔ بہرحال یہ معلوم کر کے خوشی ہوئی کہ محترمہ سعدیہ بھی فرانسیسی بول سکتی ہیں۔"

"تلفظ درست نہیں۔"

"وہ میں ٹھیک کرا دوں گا۔ تم فکر نہ کرو اور اب واپس آ جاؤ۔ باقی میں خود دیکھ لوں گا۔ آج کے لنچ کا بہت بہت شکریہ! کل میرے ساتھ مچھلیوں کے پائے اور بکری کی اوجھڑی کھانا... ٹاٹا..."

* * *

سعدیہ دُرّانی اپنے فلیٹ میں داخل ہوتے ہی اچھل پڑی۔ سامنے آرام کرسی پر ایک آدمی نیم دراز اسے ادھ کھلی آنکھوں سے دیکھے جا رہا تھا۔ "تت... تم!" وہ ہاتھ اٹھا کر ہکلائی۔

"ہاں مادام۔ میں نے کہا کیوں نہ خود ہی خدمت میں حاضر ہو جاؤں تم کیوں خواہ مخواہ پریشان ہوتی پھرتی ہو۔"

"یہاں سے چلے جاؤ۔ ورنہ میں پولیس کو طلب کر لوں گی۔"

"ہاں!" عمران طویل سانس لے کر بولا۔ "بالآخر معاملہ پولیس ہی تک پہنچے گا۔"

"کک... کیا مطلب؟"

"نہیں پہنچے گا تو تم بھی خانم نسرین کی طرح ماری جاؤ گی۔"

"مجھے خوفزدہ کرنے کی کوشش نہ کرو۔"

"تم نے جو بزدلی دکھائی ہے اس کی پاداش میں وہ تمہیں سمندر میں پھینک دیں گے۔ قدم رکھ کر تو دیکھو وہائٹ اینگل پر۔ وہاں کیوں کھڑی ہو ادھر آ کر بیٹھ جاؤ۔ دو دو باتیں کیے بغیر واپس نہیں جاؤں گا۔" وہ لڑکھڑاتے ہوئے قدموں سے آگے بڑھی تھی اور اس کے قریب ایک کرسی پر بیٹھ گئی تھی۔ "وہ لڑکی کہاں گئی؟"

"کون لڑکی؟"

"وہی جو دو ماہ سے غائب ہے ایک سفارت خانے میں ملازم تھی۔ بغیر اطلاع غیر حاضری پر اس کی ملازمت بھی جاتی رہی۔ دو ماہ سے اس کا فلیٹ مقفل ہے۔ کرایہ چڑھ رہا ہے۔"

"میں نہیں جانتی وہ کون ہے۔"

"تم مس توقعی کو نہیں جانتیں؟" عمران نے حیرت سے کہا پھر اگر اس نے بڑی پھرتی سے اس کی کرسی نہ الٹ دی ہوتی تو ایک بے آواز فائر نے اس کا کام ہی تمام کر دیا ہوتا۔ پستول کی نال بالکنی والی کھڑکی سے اندر داخل ہوئی تھی گولی بڑے گلدان پر لگی تھی اور وہ چور چور ہو گیا تھا عمران کھڑکی کی طرف جھپٹا ہی تھا کہ نیچے سے کسی گاڑی کے اسٹارٹ ہونے کی آواز آئی وہ کھڑکی سے بالکنی پر کود گیا لمبی سی سیاہ گاڑی بہت دور جا چکی تھی۔ وہ پھر کمرے میں واپس آیا۔ سعدیہ اب بھی فرش پر پڑی ہوئی تھی اور اس کی رنگت زرد ہو رہی تھی۔ "نکل گیا۔ سیاہ گاڑی تھی کیا یہ ممکن ہے کہ وہ شہزادے صاحب ہی رہے ہوں۔" عمران نے اسے غور سے دیکھتے ہوئے کہا پھر اس نے کرسی سیدھی کی تھی اور اسے اٹھا کر بٹھا دیا تھا۔ وہ کسی سحر زدہ کے سے انداز میں بالکل گم سم تھی۔

عمران نے ٹوٹے ہوئے گلدان کی کرچیوں کے ڈھیر سے گولی ڈھونڈ نکالی تھی اور اسے بڑی احتیاط سے اپنے کوٹ کی اندرونی جیب میں رکھ لیا۔ "ایسے کھیلوں میں یہی ہوتا ہے مادام۔" وہ آہستہ سے بولا۔ "افشائے راز کے ڈر سے کچھ مہرے اپنے ہاتھوں ہی پیٹنے پڑتے ہیں۔"

"تم... مجھے... بچاؤ۔" وہ ہکلائی۔

"ممکن ہے۔" عمران سر ہلا کر بولا۔ "لیکن اسی صورت میں جب تم سب کچھ سچ سچ بتا دو۔"

"بتا دوں گی... مجھے یہاں سے کہیں اور لے چلو۔"

"یہ بھی ممکن ہے۔ چلو اٹھو۔ جو کچھ ساتھ لینا ہو لے لو۔" اس نے ایک اٹیچی کیس میں جلدی جلدی کچھ چیزیں ٹھونسی تھیں اور چلنے کے لیے تیار ہو گئی تھی۔ فلیٹ کو مقفل کر کے وہ نیچے آئے تھے۔ عمران کی گاڑی موجود تھی اس نے سعدیہ سے کہا۔ "تم پچھلی سیٹ پر بیٹھو اور اس پر نظر رکھنا کہ تعاقب تو نہیں کیا جا رہا۔"

اس نے چپ چاپ تعمیل کی تھی۔ گاڑی چل پڑی۔ تھوڑی دیر بعد سعدیہ نے کہا تھا۔ "میں نہیں جانتی کہ تم کون ہو لیکن تم پر اعتماد کر لینے کو دل چاہتا ہے۔ تمہاری آنکھیں ایمانداروں کی سی ہیں۔"

"خاموشی ہزار بلا ٹالتی ہے۔ فی الحال اس پر عمل کرو کہیں بیٹھنے کے بعد ہی گفتگو ہو گی۔"

"ابھی تک تو نہیں کہا جا سکتا کہ تعاقب کیا جا رہا ہو۔"

"بس دھیان رکھنا۔"

تھوڑی دیر بعد عمران کی گاڑی رانا پیلس میں داخل ہوئی تھی بلیک زیرو وہاں موجود تھا۔ جوزف بھی تھا۔ ان دنوں وہ عمران کی ہدایت کے مطابق رانا پیلس ہی میں مقیم تھا۔

"بہت گہرے معلوم ہوتے ہو۔" اس نے گاڑی سے اتر کر چاروں طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

"لمبا بزنس ہے بھلا جرس ورکس نہیں پالتے۔"

"میں نہیں بھی۔"

"ڈسٹلری کھول رکھی ہے۔ فرانس اور اسپین کی اعلیٰ ترین شراب یہیں کشید کرتا ہوں۔ اور غیر ملکی لیبل لگا کر اچھے داموں چلا دیتا ہوں۔ اگر تم چاہو تو تمہیں شکرقند کی شراب ابھی پلوا سکتا ہوں۔"

"شکرقند کی شراب؟"

"اور نہیں تو کیا۔ انگور و نگور کہاں سے لاؤں گا شکرقند کی وہسکی کا جواب نہیں ہے۔ ریڈ وائن ٹماٹروں سے کشید کرتا ہوں۔"

"یعنی چار سو بیس ہو رہی ہے۔"

"چار سو بیس نہیں، آٹھ سو چالیس کہو۔"

پھر وہ اسے ایک بے ڈھبے سے کمرے میں لایا تھا۔

"کیا تمہارا ہی نام عمران ہے؟" سعدیہ نے دفعتاً پوچھا۔

"سوالات میں کروں گا... تم نہیں۔"

"پوچھو کیا پوچھنا چاہتے ہو۔" وہ کرسی پر ٹکتی ہوئی بولی۔

"میں تم سے مس توقعی کے بارے میں معلومات حاصل کرنا چاہتا تھا ٹھیک اسی وقت کسی نے تم پر فائر کیا تھا۔"

ایک بار پھر سعدیہ کے چہرے کا رنگ اڑ گیا تھا۔ چند لمحے کچھ سوچتی رہی پھر بولی۔ "وہ میری دوست تھی۔ دراصل وہ میری ایک کلاس فیلو کی چھوٹی بہن ہے اس لیے ہماری جان پہچان بہت پرانی تھی۔ چھ ماہ پہلے کی بات ہے کہ میری ملاقات پرنس داؤد سے ہوئی۔ اور ہم دوست بن گئے وہ توقعی میں دلچسپی لینے لگا تھا۔ ایک دن اچانک اس نے مجھ سے کہا کہ توقعی کے اغوا میں اس کی مدد کروں۔ میں اس پر تیار نہیں ہوئی تھی۔ تب مجھے اس نے ایک بہت بڑی دھمکی دی اور میں نے محسوس کیا کہ میں بلیک میل کی جا رہی ہوں۔"

"وہ کس طرح؟" عمران نے سوال کیا۔

"اب تو سب کچھ صاف صاف بتانا پڑے گا۔" وہ ٹھنڈی سانس لے کر بولی۔ "میں نے ابھی تک کوئی ایسا جرم نہیں کیا جس کی سزا موت ہو۔ بہرحال پرنس نے مجھے غیر قانونی منشیات کی نقل و حرکت میں ملوث کر دیا۔ معقول معاوضہ ملتا تھا اور خطرہ بھی کوئی نہیں تھا مجھ پر شبہ ہی نہیں کیا جا سکتا تھا کہ میں منشیات کو ایک جگہ سے دوسری جگہ پہنچاتی ہوں لیکن ایک بار ایک جگہ چھاپہ پڑا۔ میں تو صاف نکل گئی تھی مگر پولیس نے وہاں سے انگلیوں کے کچھ نشانات حاصل کر لیے تھے جن میں میری انگلیوں کے بھی نشانات تھے۔ بہرحال پرنس نے انہی نشانات کے حوالے سے مجھے بلیک میل کرنا شروع کر دیا تھا۔ میں چاہتی بھی تو اب ان لوگوں کا ساتھ نہیں چھوڑ سکتی تھی۔ بار بار مجھے یہی دھمکی ملتی کہ اگر میری نشاندہی کر دی گئی تو میں اپنی انگلیوں کے نشانات کی وجہ سے جیل میں ہوں گی۔"

"ہوں... اچھا۔"

"اب اگر تم ہی عمران ہو تو وہ لوگ تمہارے خون کے پیاسے ہیں۔ صرف تمہارے ہی نہیں بلکہ اس کے بھی جس نے تمہیں ان کا کاروبار تہس نہس کرنے کے لیے [illegible] بھیجا تھا۔"

"آ... واہ۔ کیا بات ہوئی ہے لیکن میں نے تم سے توقعی کے بارے میں پوچھا تھا۔"

"وہ ایک لانچ میں قید ہے۔ اصل میں یہ لانچ وہائٹ اینگل برتھ نمبر تھری سی پر لنگر انداز ہے۔ توقعی ہی نے تمہارے متعلق انہیں معلومات بہم پہنچائی ہیں۔"

"اپنی خوشی سے تو نہ بتائی ہوں گی۔"

"میں کہہ چکی ہوں کہ وہ قیدی ہے۔ اس پر تشدد کیا جاتا ہے۔ بے چاری کی اچھی خاصی مرمت بھی گئی۔"

"اور اب تم بھی اسی لانچ پر جانے والی تھیں۔" عمران نے کہا۔

سعدیہ کچھ نہ بولی۔

* * *

لانچ نے برتھ چھوڑ دی تھی اور شمال مغرب کی طرف چل نکلی تھی اس کے آس پاس ماہی گیری کی کئی کشتیاں بھی حرکت کر رہی

تھیں۔ انہی میں سے ایک کشتی کا تعلق سائیکو مینشن سے بھی تھا اس میں جوزف، صفدر، خاور اور صدیقی تھے۔ بظاہر وہ ایک ماہی گیری کی کشتی تھی لیکن وقت آنے پر جنگی کشتی میں بھی تبدیل ہو سکتی تھی صفدر دُوربین سے مغربی افق کا جائزہ لے رہا تھا۔ جوزف انھیں اٹلی کے سفر کے [illegible] سنا رہا تھا لیکن ان میں سے کوئی بھی کچھ نہیں سن رہا تھا۔ ان کی آنکھیں وہائٹ اینگل کی طرف لگی ہوئی تھیں۔ ایکس ٹو کا حکم تھا کہ اسے نظروں سے اوجھل نہ ہونے دیا جائے۔ تھوڑی دیر بعد صفدر عرشے سے ہٹ کر ان لوگوں کے پاس آ گیا اب جوزف نے افریقہ کے وحشتناک جنگلوں کی کہانی چھیڑ رکھی تھی۔

"تو کیا ہمیں صرف تعاقب ہی کرنا ہے؟" خاور نے پوچھا۔

"بظاہر تو یہی معلوم ہوتا ہے۔"

"انجن روم میں جو شخص موجود ہے اس کے بارے میں تم کیا جانتے ہو؟"

"میں نے پہلے کبھی اسے نہیں دیکھا۔" صفدر نے جواب دیا۔

"دیکھا تو میں نے بھی نہیں ہے لیکن جس رفتار سے وہ چیونگم چبایا کرتا ہے اس سے مجھے شبہ ہے۔"

"چیونگم؟" صفدر چونک پڑا۔

"ہاں ہاں۔" خاور مسکرایا۔

صفدر نے جوزف کی طرف دیکھا تھا جو حیرت سے منہ پھاڑے خاور کی طرف دیکھے جا رہا تھا۔ دفعتاً انجن روم کی کھڑکی سے ایکس ٹو نے سر نکال کر کہا۔

"زیادہ چالاک بننے کی کوشش نہ کرو۔"

"ارے تو اس رازداری کی کیا ضرورت تھی۔" صفدر جھینپ کر بولا۔

"کوئی نہ کوئی میرا تعاقب کرتا رہتا ہے۔ ان لوگوں کی دانست میں اس وقت بھی اپنے فلیٹ ہی میں موجود ہوں گا۔"

"آخر کیا چکر ہے؟" خاور نے پوچھا۔

"گانچ وڈش کا ایک بڑا اسمگلر مجھ سے انتقام لینا چاہتا ہے۔ میں نے اٹلی میں اس کا بزنس تباہ کر دیا تھا۔"

"تو ایکس ٹو کہاں سے کود پڑا۔"

"اسے کسی طرح علم ہو گیا ہے کہ میں بھی ایکس ٹو کے لیے کام کرتا ہوں۔"

"اور بیگم ایکس ٹو؟"

"بیگم ایکس ٹو ہی کے توسط سے تو اسے اس کا علم ہوا ہے۔ میں ایکس ٹو کے لیے کام کرتا ہوں۔"

"تو کیا ایسی کسی بیگم کا حقیقی وجود ہے؟"

"فی الحال یہی سمجھو۔"

"اس لانچ پر کون ہے؟"

"شاید بیگم ایکس ٹو!"

"آپ اصل معاملے کی ہوا نہیں لگنے دیتے۔"

"ابھی تک جو کچھ بھی کہا ہے وہ محض قیاس ہے۔ ہو سکتا ہے حقیقت کچھ اور ہو۔ لہٰذا میں نہیں سمجھتا کہ مجھے بھی اصل معاملے کی ہوا لگ ہی گئی ہو۔"

"اوہ... وہ لانچ پلٹ رہی ہے۔" اچانک جوزف غرایا۔

"ارے کیا ٹکرانے کا ارادہ رکھتے ہیں وہ لوگ۔" صفدر اچھل پڑا۔

عمران نے دوڑ کر وہیل سنبھالا تھا اگر وہ پھرتی کا مظاہرہ نہ کرتا تو لازمی طور پر لانچ ان کی لانچ سے ٹکرا گئی ہوتی۔ وہ ایسی جگہ تھے جہاں دور دور تک ان دونوں لانچوں کے علاوہ کسی تیسری کا وجود نہیں تھا۔ کچھ دور جا کر اس لانچ نے ایک لمبا چکر کاٹا اور پھر چڑھ دوڑی صفدر مائیکرو فون سنبھالے ہوئے [illegible] چیخ رہا تھا۔ "یہ کیا حرکت ہو رہی ہے۔ کیا تم ہماری لانچ کو ڈبونا چاہتے ہو؟"

اس بار عمران نے پھر جھکائی دی اور لانچ کو بائیں جانب لیتا چلا گیا ساتھ ہی اس نے چیخ کر کہا تھا۔ "فائر مت کرنا۔ بیگم ایکس ٹو ضائع ہو جائے گی۔"

دوسری لانچ آگے جا کر پھر پلٹی تھی۔ جوزف اپنے سے باہر ہو رہا تھا اس کا بس چلتا تو اس لانچ پر چھلانگ لگا دیتا۔ صفدر مائیک سے برابر چیخے جا رہا تھا۔ دفعتاً دوسری لانچ سے بھی آواز آئی۔ "تم کون ہو۔ ہمارا پیچھا کیوں کر رہے ہو؟"

"کیا تم پاگل ہو گئے ہو۔ ہم کسی کا بھی پیچھا نہیں کر رہے ہیں موبار جا رہے ہیں۔" صفدر چیخا۔

"ہم تمہاری لانچ کی تلاشی لینا چاہتے ہیں۔" دوسری لانچ سے آواز آئی۔

"تم کون ہوتے ہو تلاشی لینے والے؟"

"بس ہمیں شبہ ہے کہ تم لوگ ہمارے پیچھے ہو۔"

"اچھی بات ہے۔" عمران نے صفدر کو مخاطب کر کے کہا۔ "اب انھیں وارننگ دے دو کہ اگر فاصلے سے نہ رہے تو ان کی لانچ الٹ دی جائے گی۔" اس بار عمران نے اپنی لانچ کو تو اس کی ٹکر سے بچا لیا تھا وہ پھر پلٹی ہی تھی کہ اس بار پانی کی سطح سے کئی گز اونچی اچھل کر دور جا گری لیکن الٹی نہیں تھی۔

"وارننگ!" صفدر مائیکرو فون میں چیخا۔ "یہ پہلی وارننگ تھی۔ اگر اب بھی سیدھی طرح اپنی راہ نہ لی تو غرق کر دیے جاؤ گے۔"

کوئی جواب نہیں ملا تھا اور پھر وہ لانچ مخالف سمت میں

جال کھڑی ہوئی تھی۔

"ارے یہ تو پھر بندرگاہ کی طرف جا رہی ہے۔" خاور بولا

انجن روم سے عمران کی آواز آئی۔ "اب ہم موبار ہی کی طرف جائیں گے اسے جانے دو جدھر جا رہی ہے۔ ہو سکتا ہے ہمارے قول کی صداقت آزمانا چاہتے ہوں وہ لوگ۔"

کوئی کچھ نہ بولا اور لانچ موبار کی طرف بڑھتی رہی۔ وہ سب بھی انجن روم میں پہنچ گئے۔

"بڑے دیدہ دلیر لوگ معلوم ہوتے ہیں۔" صفدر بولا۔

"میرا خیال ہے کہ پرنس داؤد یہاں ان لوگوں کا ایجنٹ ہے۔"

* * *

بڑے بالوں والا قیم شیم آدمی شاہد کانٹی نینٹل کے کمرہ نمبر ایک سو چار میں داخل ہوا پہلے اس نے دستک دی تھی اور پرنس کی اجازت ملنے پر ہینڈل گھما کر کمرے کا دروازہ کھولا تھا۔ پرنس داؤد سامنے کرسی پر نیم دراز تھا۔ "میرے آداب قبول فرمایئے پرنس۔"

"آداب۔" پرنس نے خشک لہجے میں کہا۔ "بیٹھو۔"

وہ شکریہ ادا کرکے بیٹھ گیا۔ "ایک لانچ نے ہماری لانچ کا تعاقب کیا تھا اس لیے وہ پھر گودی کی طرف پلٹ آئی ہے۔ باس کا خیال ہے کہ آپ نے جلد بازی سے کام لیا۔"

"کبھی کبھی اندازے کی غلطی ہو ہی جاتی ہے لیکن اب میں اس احمق کو زندہ نہیں چھوڑوں گا۔"

"لیکن باس کا خیال ہے کہ وہ حلوہ نہیں ہے۔ اگر اس پر ہاتھ ڈالنا آسان ہوتا تو اتنا کھڑاگ کرنے کی ضرورت ہی کیا تھی۔"

"ضروری نہیں ہے کہ میں تمہارے باس سے متفق ہوں۔"

"باس ناخوش ہے پرنس۔"

پرنس داؤد کچھ نہ بولا وہ سگریٹ سلگا رہا تھا۔ ویسے اس کے چہرے پر ایسا ہی تاثر تھا جیسے شاہد کو واہی سمجھتا ہو۔

"تعاقب کرنے والی لانچ نے ہماری لانچ پر کوئی نامعلوم حربہ بھی آزمایا تھا۔"

"کیا مطلب؟"

"وہ کئی گز اونچی اچھل کر دور جا پڑی تھی اور لانچ ایسے کھا گیا تھا کہ اس بار ڈبو ہی دی جائے گی۔"

"کیا بک رہے ہو۔ اس کی نوبت کیسے آئی تھی۔"

"تعاقب کیے جانے کے شبہے کی بنا پر ہماری لانچ اس پر چڑھ دوڑی تھی۔"

"کیا پوگاس کا دماغ چل گیا ہے۔" پرنس نے غصیلے لہجے میں کہا۔

"میری دانست میں بھی یہ احمقانہ فعل تھا۔"

"پھر دوسری احمقانہ حرکت یہ کہ دوبارہ گودی کی طرف لوٹ آیا ہے۔"

"میں آپ سے متفق ہوں پرنس۔"

"اس سے کہو کہ لانچ کو موبار کی بجائے .... میرے جزیرے کی طرف ... لے جائے۔"

"ویسے ہم سبھی حماقت کے مرتکب ہو رہے ہیں۔"

"کیا مطلب؟"

"ڈرائیور اور گاڑی کے غائب ہو جانے کے بعد آپ کو سعدیہ سے دُور ہی رہنا چاہیے تھا۔ لیکن آپ صبح اُٹھ کر دلشاد ولا تشریف لے گئے تھے۔"

"اس سے کیا ہوتا ہے۔ عمران تو مجھے اس کے ساتھ پہلے ہی دیکھ چکا تھا۔"

"لیکن شاید اسے علم نہ رہا ہو کہ وہ دلشاد ولا میں رہتی ہے۔"

"تم کہنا کیا چاہتے ہو۔"

"ہم سب حماقتوں کے مرتکب ہو رہے ہیں۔ باس کو یہ پسند نہیں ہے۔"

"تمہارے باس ہی کے مشورے پر میں نے سعدیہ کو ختم کر دینا چاہا تھا۔"

"اور آپ اس میں ناکام رہے تھے۔"

"اچھا تو پھر؟"

"اور آپ بھی عمران کی نظروں میں آ چکے ہیں۔" شاہد نے خشک لہجے میں کہا۔

پرنس کا ہاتھ میز کی دراز کی طرف بڑھا ہی تھا کہ شاہد کی جیب سے سائیلنسر لگا ہوا پستول نکل آیا اور اس نے آہستہ سے کہا۔ "نہیں دوست۔ اپنے ہاتھ زانوؤں ہی پر رہنے دو۔"

"کک... کیا مطلب۔" پرنس سیدھا بیٹھا ہوا ہکلایا۔

"سعدیہ کو اسی لیے مار ڈالنے کا مشورہ دیا تھا کہ وہ خائف تھی اب وہ عمران کے ہاتھ لگ گئی ہے۔ اس نے تمہارے بارے میں سب کچھ بتا دیا ہوگا اس لیے باس کے خیال کے مطابق اب تمہارا زندہ رہنا بھی مناسب نہیں۔"

"نن... نہیں۔" وہ چیخ پڑا۔

"پھر دوسری صورت کیا ہو سکتی ہے۔"

"میں ایک معزز آدمی ہوں مجھ پر کوئی ہاتھ نہیں ڈال سکتا۔"

"عمران کے ہاتھ بہت لمبے ہیں۔ وہ کسی کی بھی پروا نہیں کرتا۔"

"پھر بھی میرے بغیر تمہارا باس یہاں نہیں جم سکے گا۔"

"وہم ہے تمہارا۔" کہتے ہوئے شاہد نے ٹریگر پر دباؤ ڈال دیا تھا گولی ٹھیک پیشانی کے وسط میں بیٹھی تھی۔ پرنس ہلکی سی بھی آواز نکالے بغیر فرش پر لڑھک آیا اس کی پیشانی سے خون کا فوارہ چھوٹ رہا تھا۔ شاہد نے پستول پھر جیب میں ڈال لیا اور رومال نکال کر کرسی کے ہتھے صاف کرنے لگا پھر باہر نکل کر دروازے کا ہینڈل بھی صاف کیا تھا۔ جیسے اطمینان سے نچلی منزل پر آیا تھا اور باہر کے کاؤنٹر پر پہنچ کر وسکی کا ڈبل پیگ طلب کیا تھا۔ کاؤنٹر کے سامنے بیٹھے ہوئے اسٹول پر بیٹھ گیا۔ بارٹینڈر نے گلاس اس کی طرف بڑھا دیا تھا اور وہ ہلکی ہلکی چسکیاں لیتا رہا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے کوئی بات ہی نہ ہو۔ تفریحاً یہاں آکر شغل کرنے لگا ہو۔ تھوڑی دیر بعد اس نے بارٹینڈر سے کہا تھا کہ فون پر ایک کال کرنا چاہتا ہے اور بارٹینڈر نے فون اُٹھا کر اس کے سامنے رکھ دیا تھا۔ اس نے کسی کے نمبر ڈائل کیے اور ماؤتھ پیس میں بولا۔ "اس سے کہو کہ لانچ کو پرنس کے جزیرے کی طرف لے جائے اور تا حکم ثانی وہیں سے لنگر انداز رکھے۔" ریسیور رکھ کر گلاس میں بچی کچی شراب حلق میں انڈیل لی تھی اور قیمت ادا کرنے کے بعد اُٹھ گیا تھا۔ باہر اس کی گاڑی پارک تھی۔ گاڑی میں بیٹھ کر اس نے فوراً ہی انجن اسٹارٹ نہیں کیا تھا۔ تھوڑی دیر تک بیٹھا کچھ سوچتا رہا تھا۔

* * *

عمران کی لانچ موبار کے ساحل پر لنگر انداز تھی اور وائٹ ایگل کا دُور دُور تک پتہ نہیں تھا۔ قریباً نو بجے شب کو ٹرانسمیٹر پر عمران کی کال ہوئی تھی۔ بلیک زیرو نے اسے اطلاع دی تھی کہ وائٹ ایگل پھر گودی میں واپس آئی تھی اور تھوڑی دیر بعد دوبارہ روانہ ہو گئی تھی اور اب اس وقت پرنس داؤد کے جزیرے کے مشرقی ساحل پر لنگر انداز ہے۔

"اب کیا خیال ہے۔" صفدر نے عمران سے سوال کیا۔

"تھوڑی دیر بعد ہم بھی ادھر ہی روانہ ہو جائیں گے۔" عمران بولا۔ "ویسے مجھے یقین ہے کہ وہ لانچ کا حلیہ بدلنے کے لیے اسے وہاں لے گئے ہیں۔ رنگ و روغن اور نام بھی کچھ بدل کر رکھ دیا جائیگا۔"

"پھر اس صورت میں آپ کیا کر سکیں گے۔"

"وائٹ ایگل کے خلاف بھی فی الحال کوئی واضح ثبوت نہیں ہے وہ عورت سعدیہ اپنا بیان تبدیل بھی کر سکتی ہے۔ جو عورت اس پر قید ہے اگر وہ ہاتھ آ جائے تو کام چلے۔ وہ بھی اسی صورت میں کہ وائٹ ایگل کے عملے کا کوئی آدمی اصل مجرم کی نشاندہی کر دے۔"

"تو پھر اب کس بات کا انتظار ہے۔"

"ذرا ٹھہرو... رات کچھ اور بھیگنے دو۔ داؤد کا جزیرہ یہاں سے زیادہ دُور نہیں ہے۔"

"مجھے تو پرنس داؤد ہی اس سازش کا سرغنہ لگتا ہے۔"

"بعید از امکان نہیں۔"

رات کے کھانے کے بعد اس نے پھر بلیک زیرو کی کال ریسیو کی تھی اور انھیں بتایا تھا کہ کانٹی نینٹل کے کمرہ نمبر ایک سو چار سے پرنس داؤد کی لاش برآمد ہوئی ہے کسی نے پیشانی پر گولی مار کر اسے ہلاک کر دیا ہے۔ آس پاس کے کمروں میں فائر کی آواز نہیں سنی گئی تھی۔

"پہلے یہ بھی ثابت ہو گیا کہ وہ اس سلسلے کی آخری کڑی نہیں تھا۔ میرا تو پہلے ہی سے یہی خیال تھا کہ وہ محض آلہ کار کی حیثیت رکھتا ہے۔" تھوڑی دیر تک خاموشی چھائی رہی پھر عمران بولا۔ "اب ہمیں یہاں سے لنگر اٹھا دینا چاہیے۔" ذرا آہستہ آہستہ لانچ نے ساحل چھوڑ دیا تھا اب اس کا رُخ اسی جزیرے کی طرف تھا جہاں وائٹ ایگل کے لنگر انداز ہونے کی اطلاع ملی تھی۔ اسی دوران عمران نے ٹرانسمیٹر پر دوبارہ بلیک زیرو سے رابطہ قائم کیا اور اس کی طرف سے جواب ملنے پر بولا تھا۔ "تمہیں یاد ہوگا کہ ایک لاش جیتھم روڈ والی عمارت میں ملی تھی اس عمارت کے مالک نے اس سے لاعلمی ظاہر کرتے ہوئے کہا تھا کہ وہ عمارت تو عرصے سے خالی پڑی ہے۔"

"مجھے یاد ہے۔"

"اس شخص سے متعلق پوری معلومات فراہم کرو۔ نادر جنیڈولا نام ہے اور کھالوں کا ایکسپورٹر ہے۔"

"بہت بہتر جناب۔"

"اوور اینڈ آل۔"

لانچ سمندر کا تاریک سینہ چیرتی ہوئی مشرق کی طرف بڑھی چلی جا رہی تھی۔ اس وقت تموج نہیں تھا اس لیے اس سفر میں کوئی خاص دُشواری پیش نہیں آ رہی تھی۔ صفدر، جوزف اور خاور رمی کھیل رہے تھے اور صدیقی اونگھ رہا تھا۔ عمران انجن روم میں تھا۔ لانچ تیز رفتاری سے آگے بڑھتی رہی۔ ایک گھنٹے بعد وہ منزل مقصود پر جا پہنچے تھے اور جہاں وائٹ ایگل کے لنگر انداز ہونے کا امکان تھا۔ اس پوائنٹ سے قریباً دو فرلانگ ادھر ہی عمران نے اپنی لانچ ساحل سے لگائی تھی پھر وہ چاروں خشکی پر اُتر گئے تھے اور جوزف کو لانچ کی نگرانی کے لیے وہیں چھوڑ دیا گیا تھا دو فرلانگ کی مسافت انھوں نے پیدل ہی طے کی تھی۔ عمران کا یہ اندازہ بھی درست ہی نکلا تھا کہ وائٹ ایگل کا حلیہ تبدیل کیا جا رہا ہوگا۔ وہ لوگ پیٹرومیکس کی روشنی میں بڑی تیزی سے اس پر دوسرا رنگ کر رہے تھے ساحل پر تاریکی

تھی اور وہ اس تاریکی سے پورا پورا فائدہ اُٹھانے کا ارادہ رکھتے تھے۔

"میں پانی میں اُتر کر لانچ میں پہنچنے کی کوشش کروں گا۔" عمران نے ان سے کہا۔ "تم تینوں ہوشیار رہنا۔ بس اب اپنے نقاب نکالو میں نہیں چاہتا کہ اس ہنگامے کے بعد پہچانے جا سکو۔"

عمران وہ تھیلا ساتھ لایا تھا جس میں فراگ مین سوٹ رکھا ہوا تھا دیکھتے ہی دیکھتے اس نے وہ سوٹ پہنا تھا اور پانی میں اُتر گیا تھا پھر غوطہ لگا کر لانچ کے اس حصے کی طرف جا پہنچا جو بالکل تاریک تھا۔ تین آدمی بائیں جانب والی سطح پر رنگ کر رہے تھے عمران بآسانی تاریک پہلو والے سرے پر جا پہنچا۔ پائنتی کیبن کے اندر روشنی نظر آ رہی تھی اس نے کھڑکی سے جھانک کر دیکھا اسٹول پر ایک جوان عمر عورت اس حال میں بیٹھی نظر آئی کہ اس کے دونوں ہاتھ پشت پر بندھے ہوئے تھے اور یونانی کیپٹن پوگاس تھوڑے ہی فاصلے پر بیٹھا شراب پی رہا تھا۔ جب بھی عورت کی طرف دیکھتا اس کے ہونٹوں پر شیطانی سی مسکراہٹ ہوتی۔ عمران نے سیاہ سرپوش کا نچلا حصہ گردن تک کھینچ لیا تھا اور اب آنکھوں کے علاوہ اس کا پورا چہرہ چھپ گیا تھا دوسرے پہلو کی روشنی سے بچتا ہوا وہ کیبن میں داخل ہو گیا۔ بے پھل والی دودھاری چھری اس کے ہاتھ میں تھی۔ کیبن میں پہنچ کر وہ ایک دم سیدھا کھڑا ہو گیا تھا۔ پوگاس کے ہاتھ سے گلاس چھوٹ پڑا۔

"آواز نہ نکلے۔" عمران نے آہستہ سے فرانسیسی میں کہا۔ "ورنہ یہ چھری تمہارے دل میں پیوست ہو جائے گی۔ اپنے دونوں ہاتھ اٹھا کر کھڑے ہو جاؤ۔"

پوگاس نے متحیرانہ انداز میں پلکیں جھپکاتے ہوئے تعمیل کی تھی۔

"اور تم اُٹھ کر میرے قریب آؤ۔" عمران نے عورت سے کہا۔ ٹھیک اسی وقت کوئی کیبن میں داخل ہوا تھا۔ عمران بڑی پھرتی سے گھوما اور چھری کی نوک اس کے داہنے پہلو پر رکھ دی۔ "آواز نہ نکلے۔" وہ بولا۔ آنے والا بھی ہکا بکا رہ گیا تھا۔ اس نے پوگاس کی طرف دیکھا اور خود بھی دونوں ہاتھ اُٹھا دیے۔ عورت کو قریب بلا کر عمران نے اس کے ہاتھ کھولے تھے پھر پوگاس کو مخاطب کرکے پوچھا۔ "اس لانچ کا مالک کون ہے؟"

"میں ہی ہوں۔" وہ گھبرائی ہوئی آواز میں بولا۔

"اس عورت کو اس کی مرضی کے خلاف روکے رکھنے کے سلسلے میں تم جہنم رسید بھی ہو سکتے ہو۔"

"یہ چور ہے۔ اس نے میرے دس ہزار ڈالر چرا لیے ہیں۔"

"تم قانون کو ہاتھ میں لینے والے کون ہوتے ہو۔"

پوگاس کچھ نہ بولا۔ عمران نے دوسرے آدمی سے کہا کہ وہ بھی پوگاس کے قریب ہی کھڑا ہو جائے۔ اس نے بے چون و چرا تعمیل کی تھی۔ اب سوال یہ تھا کہ وہ عورت کو نکال لے جانے کے لیے کون سا راستہ اختیار کرے۔ اس سمیت پانی میں اترنا ناممکن تھا خشکی پر اُترنے کے لیے پیٹرومیکس کی روشنی میں آنا لازمی تھا بس ایک ہی صورت تھی کہ وہ پستول نکالتا اور کھڑکی کی طرف ہاتھ بڑھا کر... پیٹرومیکس پر فائر کر دیتا۔ سائیلنسر لگا ہوا پستول ہولسٹر میں موجود تھا۔ بس پھر یہی ہوا۔ اندھیرا ہوتے ہی کوئی چیخا تھا۔ "یہ کیا ہوا؟" اتنے میں عمران پستول کا رُخ ان دونوں کی طرف کیے ہوئے کیبن سے نکل چکا تھا چھری پیٹی سے لٹکی ہوئی نیام میں رکھ دی تھی اور بائیں ہاتھ سے عورت کا ہاتھ پکڑ رکھا تھا دونوں دم بخود کھڑے رہے اور عمران نکلا چلا گیا۔ عرشے پر پہنچ کر اس نے عورت کو اٹھا کر کاندھے پر لاد لیا تھا اور ساحل پر اُتر جانے کی کوشش کر رہا تھا کہ ایک آدمی آ ٹکرایا دوسرے ہی لمحے پستول کا دستہ پوری قوت سے اس کے سر پر پڑا تھا وہ چکرا کر گرا اور عمران نے خشکی پر چھلانگ لگا دی تھی... پھر تو لانچ پر سبھی چیخنے لگے تھے۔

"دیکھو بچ کر نہ جانے پائے۔" کوئی زور سے چیخا تھا۔ عمران نے مڑ کر آواز کی سمت فائر کیا۔ ایک چیخ سناٹے میں دُور تک لہراتی چلی گئی عورت اب بھی اس کے کاندھے پر تھی اور وہ اس سمت دوڑ رہا تھا۔ جدھر اس کے ساتھی اس کے منتظر تھے شاید بے آواز فائر نے انھیں اس حد تک خوفزدہ کر دیا تھا کہ وہ تعاقب کرنے کی جرأت نہ کر سکے۔

کچھ دیر بعد وہ چاروں اپنی لانچ پر نظر آئے تھے اور عمران نے وہاں سے بھی لنگر اٹھا دیا تھا لیکن انھوں نے ابھی تک اپنے نقاب نہیں اتارے تھے۔ عورت خوفزدہ نظروں سے دیکھے جا رہی تھی۔ "اسے انجن روم میں لاؤ۔" دفعتاً انھوں نے عمران کی آواز سنی۔ صدیقی اسے انجن روم میں لے گیا تھا۔ عمران نے نقاب اتار دیا تھا لیکن پہچانا نہیں جا سکتا تھا کیونکہ اب بھی میک اپ میں تھا۔ وہ اسے انجن روم میں چھوڑ کر واپس گیا تھا۔ عورت عمران کو خوفزدہ نظروں سے دیکھے جا رہی تھی۔ "بیٹھ جاؤ مس تومقی۔" عمران نے اسٹول کی طرف اشارہ کرتے ہوئے نرم لہجے میں کہا۔ وہ چپ چاپ بیٹھ گئی لیکن سوالیہ نظروں سے عمران کو دیکھے جا رہی تھی۔ "دو سال پہلے تم محکمہ خارجہ کے ڈی۔ ایس۔ ایس کی اسسٹنٹ ریکارڈ کیپر تھیں۔"

"جج... جی ہاں۔"

"اب کسی سفارت خانے سے متعلق ہو؟"

"وہ دو ماہ پہلے کی بات ہے جناب۔ اب تو مجھے علم بھی نہیں کہ ملازمت اب تک برقرار ہے یا ختم ہو گئی ہے۔"

"وضاحت کرو۔"

"میں دو ماہ سے اسی لانچ پر قید تھی۔"

"کیوں؟"

"وہ مجھ سے ڈی۔ ایس۔ ایس کی بعض فائلوں کے بارے معلوم کرنا چاہتے تھے لیکن آپ... آپ کون ہیں؟"

"صرف سوالات کے جوابات چاہتا ہوں۔" عمران نے سرد لہجے میں کہا۔

"اگر وہ صرف میری ذات تک محدود ہوئے تو ضرور جواب دوں گی۔"

"ڈی۔ ایس۔ ایس سے متعلق؟"

"تو اب کوئی دوسرا راستہ اختیار کیا ہے تم لوگوں نے۔ تاکہ میں تم پر اعتماد کر سکوں۔"

"اس کی بھی وضاحت چاہوں گا مس تومقی۔"

"میں اچھی طرح سمجھتی ہوں کہ قانون کے محافظ نقاب پوش نہیں ہو سکتے۔"

"لیکن وہ نقاب پوش بھی ہے اور قانون کا محافظ بھی جس کی بیگم کا رول تم ادا کرتی رہی ہو۔" وہ بوکھلا کر اسٹول سے اُٹھ گئی۔ "بیٹھو بیٹھو۔ وہ ایسا ہی کمزور ہوتا تو کبھی کا بے نقاب کرکے مار دیا گیا ہوتا۔" عورت بہت زیادہ خوفزدہ نظر آنے لگی تھی۔ "بیٹھ جاؤ۔"

وہ بیٹھ گئی تھی تھوڑی دیر بعد گھبرائی ہوئی آواز میں بولی۔ "جب تک میری قوت ارادی نے ساتھ دیا تھا وہ مجھ سے کچھ بھی معلوم نہیں کر سکے تھے۔"

"کیا خیال ہے کہیں وہ تمہارے سفارت خانے ہی سے تعلق نہ رکھتے ہوں؟"

"ہو سکتا ہے۔ وہ بہرحال ایک غیر ملکی سفارت خانہ ہے۔"

"تم نے محکمہ خارجہ کی ملازمت کیوں ترک کی تھی؟"

"میری صحت بہت خراب ہو گئی تھی اور پھر مجھے اپنے ایک لاولد اور بیمار چچا کی بھی دیکھ بھال کرنی تھی۔ ان کے پاس اتنا اثاثہ تھا کہ ہم دونوں بآسانی زندگی بسر کر سکتے۔ پھر اچانک ان کا انتقال ہو گیا اور مجھے معلوم ہوا کہ وہ بہت زیادہ مقروض تھے۔ قرض کی ادائیگی میں سب کچھ ہاتھ سے نکل گیا۔ حتیٰ کہ رہائشی مکان بھی فروخت کر دینا پڑا۔ بہرحال پھر بسر اوقات کے لیے ملازمت تو کرنی ہی پڑی تھی لیکن میں مر جانا گوارہ تو کر سکتی تھی لیکن ہوش و حواس میں مجھ سے نمک حرامی سرزد نہیں ہو سکتی۔ میں نے اس ملک کا نمک کھایا ہے۔ یہیں کی مٹی سے اٹھی ہوں۔ اول تو میں جانتی ہی کیا تھی کہ وہ مجھ سے کچھ معلوم کر سکتے۔ ایکس ٹو ایک فرضی نام ہے جس سے محکمہ خارجہ کے کئی افراد واقف ہیں اور فائل میں سے اس حد تک معلوم ہو سکا تھا کہ عمران ایکس ٹو کے لیے کام کرتا ہے اور سر سلطان کے علاوہ ایک عورت بھی ایکس ٹو کی اصلیت سے واقف ہے اور یہ بھی وہ لوگ میری قوت ارادی برقرار رہنے کی حد تک نہیں معلوم کر سکے تھے پھر انھوں نے ایک دن میرے بازو میں کوئی چیز [illegible] میرا ذہن میری گرفت سے باہر ہو گیا۔ انھوں نے وہ سب کچھ اگلوا لیا جو مجھے معلوم تھا پھر انجکشن ہی دے کر مجھ سے فون پر عمران کو کال کراتے رہے ہیں۔ میں انہی کے کہے ہوئے جملے دہراتی رہتی ہوں جب تک انجکشن کا اثر مجھ پر رہتا ہے میں خود پر کنٹرول نہیں کر سکتی۔"

"میرا خیال ہے کہ تم جھوٹ نہیں بول رہیں۔"

"کم از کم میں عمران جیسے پیارے آدمی کو کسی دُشواری میں نہیں ڈال سکتی۔"

"کیا تم اس سے ذاتی طور پر واقف ہو؟"

"بس دُور سے دیکھتی رہی ہوں۔" پھر اس نے عمران کے استفسار پر اپنی کہانی من و عن انہی الفاظ میں دہرائی جن میں وہ سعدیہ کی زبانی سن چکا تھا۔ "اب خدا کے لیے بتا دیجیے کہ آپ کون ہیں۔" وہ گڑگڑائی۔

"اب تم ایکس ٹو کی حفاظت میں ہو۔"

"خدا کا لاکھ لاکھ شکر ہے۔ ورنہ اس کی نوبت بھی آ سکتی تھی کہ وہ ڈی۔ ایس۔ ایس کے دوسرے ریکارڈوں کے بارے میں بھی مجھے پریشان کرتے۔"

"پرنس داؤد کے بارے میں تم کیا جانتی ہو؟"

"بس یہی کہ وہ ایک جزیرے کا مالک ہے۔ سعدیہ ہی نے اس سے بھی ملایا تھا۔ میں نہیں جانتی کہ وہ کس قسم کی عورت ہے۔"

"کیا سفارت خانے والوں سے بھی اس کا میل جول تھا؟"

"نہیں، میں نے تو کسی کے ساتھ بھی نہیں دیکھا۔"

"کشتی پر کل کتنے آدمی تھے؟"

"کیپٹن سمیت سات آدمی۔"

"ان ساتوں کے علاوہ بھی کسی اور کو دیکھا تھا؟"

"نہیں۔ کبھی کبھی سعدیہ کی آواز برابر والے کیبن سے سنائی دیتی

تھی لیکن اس نے کبھی میرا سامنا نہیں کیا۔"

"پرنس داؤد؟"

"نہیں وہ کبھی نہیں دکھائی دیا ہوگا۔ اس بظاہر یونانی اور فرنسیسی کے علاوہ اور کوئی زبان نہیں بول سکتا لیکن درحقیقت وہ اردو بھی اہل زبان ہی کی طرح بول سکتا ہے۔"

"تم سے اردو میں گفتگو کرتا تھا؟"

"جی ہاں۔ ساری پوچھ گچھ اسی نے کی تھی۔"

"اچھا تم خود کو قطعی محفوظ تصور کرو۔ لیکن ابھی یہ مناسب نہ ہوگا کہ اپنے فلیٹ میں جاؤ۔ اس کا کرایہ ادا کر دیا جائے گا اور مجرموں کے پکڑے جانے کے بعد کوشش کی جائے گی کہ تمہاری سفارت خانے والی ملازمت بحال ہو جائے۔"

"بہت بہت شکریہ جناب۔ آپ بہت اچھے آدمی ہیں کوئی دوسرا اتنی جلدی میری باتوں پر اعتبار نہ کرتا۔"

"ایکس ٹو باخبر آدمی ہے۔"

* * *

بڑے بالوں والے لیم شحیم آدمی کی لانچ موہانے کے ساحل سے لگ چکی تھی لیکن وہ خشکی پر نہیں اترا تھا کیبن ہی میں بیٹھا کچھ سوچتا رہا تھا۔ لانچ پر اس کے اور ہیلمسمین کے علاوہ اور کوئی نہیں تھا۔ اس نے ہیڈ ورکر کو آواز دی تھی: "مت جانا میں دو تین گھنٹے بعد واپس آؤں گا۔"

"بہت بہتر جناب۔"

لانچ مغربی ساحل پر لنگر انداز تھی۔ یہاں اور بھی کئی لانچیں اور ماہی گیری کی کشتیاں موجود تھیں وہ لانچ سے اتر کر تاریک راستے پر چل پڑا۔ رات کے دو بجے تھے اور اس کے وزنی جوتوں کی آواز دور دور تک سناٹے میں گونج رہی تھی قریباً نصف میل پیدل چلنے کے بعد وہ عمارت کے سامنے رکا تھا جس کی ایک ہی کھڑکی میں دھندلی سی روشنی نظر آ رہی تھی۔ وہ آہستہ آہستہ آگے بڑھا جیب سے کنجی نکال کر ایک دروازے کا قفل کھولا تھا اور اندر داخل ہو کر دروازہ بند کرتے ہوئے جیب سے پنسل ٹارچ نکالی تھی۔ روشنی کی پتلی سی لکیر کے سہارے وہ اندھیرے میں آگے بڑھتا رہا۔ کئی دروازوں سے گزرنے کے بعد وہ زینوں تک جا پہنچا تھا۔ زینے طے کرکے اوپری منزل پر پہنچ گئے تھے اور [illegible] اس نے زور سے دستک دی تھی۔

"کون ہے؟" اندر سے کسی نے آواز دی۔

"شاہد۔"

دروازہ کھلا تھا اور وہ اندر داخل ہو گیا تھا۔ سامنے گول میز کے گرد چار آدمی بیٹھے تاش کھیل رہے تھے اور پانچویں نے دروازہ کھولا تھا۔

"باس کے لیے بری خبر ہے مسٹر شاہد۔" پانچویں نے کہا۔

"باس کے لیے کبھی کوئی خبر بری نہیں ہوتی۔"

"بہرحال ہوگا۔ اس کی لانچ کی قیدی عورت کو کوئی اٹھا لے گیا ہے۔ بے آواز فائر کرکے اس نے ایک آدمی کو زخمی بھی کیا ہے۔" پھر اس نے پوری کہانی دہرائی تھی۔ شاہد کی پیشانی پر سلوٹیں ابھر آئی تھیں وہ تھوڑی دیر تک کچھ سوچتا رہا پھر بولا۔ "لانچ کو ڈبو دیا جائے اور اس کے عملے کو پولیس سمیت یہاں رکھا جائے اور تا حکم ثانی انہیں یہاں سے ایک منٹ کے لیے بھی باہر نہ جانے دیا جائے۔ حتیٰ کہ وہ کسی ایسی جگہ بھی نہ کھڑے ہوں جہاں سے ان کے دیکھ لیے جانے کا امکان ہو۔"

"بہت بہتر جناب۔"

"اور ایک ہفتے تک کوئی لانچ ساحل نہیں چھوڑے گی۔"

"یہ کیسے ممکن ہے مسٹر شاہد۔ وہ لوگ بہت بے چین ہیں۔"

"ان سے کہہ دو کہ کوسٹ گارڈز چوکنا ہو گئے ہیں۔ ساحل چھوڑنا خطرناک ہوگا۔"

"ان میں بہتیرے ایسے ہیں جن کے پاس کھانے کے پیسے بھی نہیں ہیں۔"

"ان کے اخراجات اپنے ذمے لو۔ باس یہی چاہتا ہے۔"

"ہم دشواری میں پڑ جائیں گے مسٹر شاہد۔"

"باس کا حکم تم تک پہنچا دیا اب تم جانو..."

شاہد واپسی کے لیے مڑ گیا تھا۔ عمارت سے باہر نکل کر اس نے دروازہ مقفل کیا اور اس کے قریب کا دوسرا دروازہ کھولا تھا۔ یہ ایک چھوٹا سا کمرہ تھا جس کے وسط میں ایک موٹر سائیکل کھڑی تھی موٹر سائیکل باہر نکال کر اس نے دروازہ مقفل کیا تھوڑی دیر بعد وہ موٹر سائیکل پر بیٹھ کر مشرقی ساحل کی طرف جا رہا تھا۔ سناٹے میں موٹر سائیکل کے انجن کا شور دور تک پھیل رہا تھا۔

مشرقی ساحل پر پہنچنے میں دس بارہ منٹ لگے تھے۔ اس نے موٹر سائیکل ایک طرف کھڑی کر دی اور ایک بڑی بادبانی کشتی کی طرف چل پڑا کشتی لنگر انداز تھی۔ اس کے عرشے پر کھڑے ہوئے محافظ نے اسے للکارا تھا۔ جواب میں شاہد بولا۔ "کپتان سے کہو کہ شاہد ہے۔"

"وہ سو رہے ہیں۔"

"جگا دو... ایمرجنسی۔"

محافظ نے کسی اور کو آواز دے کر کپتان کا پیغام [illegible]

برتھ پر کھڑا رہا کشتی بہت بڑی تھی اور اس پر بنے ہوئے کیبن تعداد میں کئی تھے۔ تھوڑی دیر بعد محافظ کی آواز آئی تھی۔ "آپ اوپر آ سکتے ہیں مسٹر شاہد۔" اور شاہد کے اوپر پہنچتے ہی اس نے ایڑیاں بجائی تھیں اور اسے ایک کیبن تک لایا تھا۔ شاہد نے دروازے پر دستک دی۔

"آ جاؤ۔" اندر سے آواز آئی اور شاہد کیبن کا دروازہ کھول کر اندر پہنچا۔ سامنے ایک قدآور آدمی ایک آرام کرسی پر نیم دراز تھا اس نے اسی طرح لیٹے لیٹے مصافحے کے لیے ہاتھ بڑھا دیا تھا۔

"کوئی خاص بات مسٹر شاہد؟"

"ہاں کپتان راٹھور۔"

"بیٹھ جاؤ۔"

"میرے باس کا خیال ہے کہ ہم نے بھڑوں کے چھتے کو چھیڑ دیا ہے۔"

"میں نہیں سمجھا مسٹر شاہد۔"

"وہ لوگ مس نوشی کو ہماری لانچ سے نکال لے گئے۔"

"وہ کس طرح؟"

شاہد نے کہانی دہرائی تھی اور اسے بتایا تھا کہ اسی چکر میں ان کا ایک بہترین کارکن پرنس داؤد بھی مارا گیا۔

"یہ تو بہت بری خبر ہے۔"

"میرے باس نے یہ سب کچھ تمہارے باس کی دوستی کے احترام میں کیا ہے ورنہ وہ تو صرف کام سے کام رکھتا ہے۔"

"اب تو اس شخص کو مر ہی جانا چاہیے مسٹر شاہد جس کا نام عمران ہے۔" کپتان راٹھور نے کہا۔ "اس نے اتنی ہی میں ہمارے گانجے کا بزنس تباہ کر دیا۔ تمہاری چرس کا مارکیٹ خراب کیا۔ میری دانست میں تو اب ایکس ٹو کا چکر ہی چھوڑ دو وہ خود تو کام کرتا نہیں۔ دوسروں سے کام لیتا ہے لہٰذا اس کے فیلڈ آپریٹرز کو ختم کر دینا چاہیے مجھے پرنس داؤد جیسے پیارے دوست کی موت پر افسوس ہے اب اس کا وارث کون ہوگا؟"

"اس کا بڑا بیٹا طارق۔"

"ہم اس کی نگہداشت کریں گے مسٹر شاہد۔ اپنے باس سے کہہ دینا پریشانی کی کوئی بات نہیں۔ ہم بھی تھپیڑے سے بچنے کے لیے کبھی کبھی اپنے بہترین مہرے پٹوا دیتے ہیں۔ بس اب عمران کو گھیرنے کی کوشش کی جائے۔" پھر اس نے اٹھ کر الماری سے شراب کی بوتل اور دو گلاس نکالے تھے اور دونوں پینے بیٹھ گئے تھے۔ "تو پھر اب کیا خیال ہے؟" راٹھور نے کچھ دیر بعد پوچھا۔

"بس اسے گھیر کر ختم کیے دیتے ہیں۔"

"میرا باس تو اس کے نام سے بھڑک اٹھتا ہے۔" راٹھور بولا۔

"یہی حال میرے باس کا ہے۔" شاہد نے طویل سانس لے کر کہا۔ "مشکل تو یہ ہے کہ عمران شراب اور عورت کا رسیا نہیں ہے۔ ورنہ کبھی کا مار لیا گیا ہوتا۔"

"ایسے لوگ دکھیاروں کی مدد ضرور کرتے ہیں۔" راٹھور بولا۔

"تم کیا کہنا چاہتے ہو؟"

"کسی دکھیاری لڑکی کو اس کے سر پر مسلط کر دیا جائے۔"

"ہوں۔ یہ بات تو ہے پھر جیسے ہی وہ اس کی مدد کے لیے میدان میں آئے گا ہم اسے مار لیں گے۔"

* * *

عمران اسے سائیکومینشن لے آیا تھا اور طبی شعبے میں اس کا معائنہ کیا گیا تھا لیکن خون میں اس محلول کا سراغ نہیں مل سکا تھا جو اس کے بازو میں انجکٹ کیا جاتا رہا ہے۔ بہرحال اب اس کی آنکھوں سے ذہنی انتشار مترشح نہیں ہوتا تھا۔ پھر جب عمران اپنی اصل شکل میں اس کے سامنے آیا تھا تو وہ پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی تھی۔ "فکر نہ کرو۔" وہ اس کا شانہ تھپک کر بولا۔ "سب ٹھیک ہو جائے گا۔ میں تمہاری کہانی سن چکا ہوں۔"

"اس میں ذرہ برابر بھی جھوٹ نہیں ہے۔"

"مجھے یقین ہے۔ پریشان ہونے کی ضرورت نہیں۔" پھر اس کے لیے کہیں سے فون کال آئی تھی اور وہ اس کمرے سے نکل کر آپریشن روم میں آیا تھا۔ دوسری طرف سے بلیک زیرو کی آواز آئی تھی۔

"آپ نے نادر چنڈولا سے متعلق معلومات حاصل کرنے کی ہدایت دی تھی۔ وہ بنیادی طور پر گوجرانوالہ ڈسٹرکٹ کے قصبہ چنڈولا کا باشندہ ہے۔ اس کے باپ نے مذہب تبدیل کرکے یہاں کی شہریت اختیار کر لی تھی وہ ایک دولت مند امپورٹر ہے۔ کئی لانچیں یہاں خلیج کی ریاستوں تک چلتی ہیں۔ شبہ ہے کہ اسمگلنگ بھی کرتا ہے۔ ویسے ابھی تک اس کے خلاف کوئی واضح ثبوت نہیں مل سکا۔"

"ٹھیک ہے۔ اس کی نقل و حرکت پر نظر رکھی جائے۔"

"بہت بہتر جناب۔" دوسری طرف سے آواز آئی اور عمران نے فون کا سلسلہ منقطع کر دیا تھا۔ آپریشن روم سے جانا ہی چاہتا تھا کہ آپریٹر نے اسے دوسری کال کی اطلاع دی۔ اس بار لائن پر دوسری طرف سر سلطان تھے۔

"تمہیں معلوم ہوگا کہ پرنس داؤد کی لاش کانٹی نینٹل کے ایک کمرے میں ملی ہے۔"

"جی ہاں۔" عمران بولا۔

"لیڈی داؤد نے اس سلسلے میں مجھ سے مدد طلب کی ہے۔"

"بھلا آپ کیا کر سکیں گے؟"

"تم تو کر سکتے ہو۔" سر سلطان کے لہجے میں جھنجھلاہٹ تھی۔

"کیا آپ کو علم ہے کہ پرنس داؤد بھی اس قضیے میں ملوث تھا؟"

"کس قضیے میں؟"

"وہی بیگم ایکس ٹو والا۔"

"پتا نہیں تم کہاں کی ہانک رہے ہو۔"

"یقین کیجیے اسے اغوا کرنے والوں کے ڈر سے قتل کیا گیا۔ پر شاید وہ جانتا تھا کہ اصل مجرم کون ہے۔"

"تمہیں شاید معلوم نہ ہو کہ اس کا باپ شہنشاہ خان میرے خاص دوستوں میں سے تھا۔"

"اوہ... تو اسی لیے لیڈی داؤد نے آپ سے درخواست کی ہے۔"

"یہی بات ہے۔"

"اچھی بات ہے۔ میں فی الحال کسی کو دریافت حال کے لیے بھیج رہا ہوں۔"

"کچھ نہ کچھ تو ہونا ہی چاہیے جسے بھی بھیجو سمجھا دینا کہ پوچھ گچھ کے سلسلے میں میرا حوالہ ضرور دے۔"

"بہت بہتر جناب۔"

دوسری طرف سے سلسلہ منقطع ہونے کی آواز سن کر اس نے بھی ریسیور رکھ دیا تھا پھر اس نے صفدر کو طلب کر کے اس کام سے متعلق خصوصی ہدایات دی تھیں اور پرنس داؤد کے جزیرے کی طرف روانہ کر دیا تھا ان دنوں عمران سائیکو مینشن ہی تک محدود ہو کر رہ گیا تھا اور میک اپ کے بغیر باہر نہیں نکلتا تھا۔

پانچ بجے شام کو اس نے پھر بلیک زیرو کی کال ریسیو کی تھی۔ وہ کہہ رہا تھا۔ "صفدر سول اسپتال کے ایمرجنسی وارڈ میں بے ہوش پڑا ہے۔ اس کے سارے جسم سے خون رس رہا ہے۔ شاید اسے برہنہ کر کے چمڑے کے چابک سے پیٹا گیا ہے۔ وہ بندرگاہ کے علاقے میں بے ہوش پڑا ملا تھا۔"

"خبر اچھی نہیں ہے۔ تم سب سول اسپتال کے آس پاس موجود رہو۔ میں پہنچ رہا ہوں۔" اس کی آنکھوں میں گہری تشویش کے سائے تھے۔ اس نے سر سلطان سے فون پر رابطہ قائم کرکے صفدر کی حالت سے آگاہ کیا۔

"بہرحال ہے۔" دوسری طرف سے آواز آئی۔ "ایسی صورت میں یقین کے ساتھ نہیں کہا جا سکتا کہ وہ جزیرے تک پہنچ بھی سکا تھا یا نہیں۔"

"یقیناً پہنچا ہوگا اور واپسی پر وہ لوگ اس کے پیچھے لگ گئے ہوں گے۔"

"ٹھیک کہتے ہو۔ ورنہ انہیں کیسے معلوم ہوتا کہ وہ کون ہے۔ اچھی بات ہے۔ میں داؤد کی بیوی سے فون پر گفتگو کرکے تمہیں ابھی آگاہ کرتا ہوں۔ آپریشن روم ہی میں موجود رہو۔"

"بہت بہتر۔"

عمران نے ریسیور رکھ دیا اب اس کی آنکھوں میں جھنجھلاہٹ کے آثار تھے۔ تھوڑی دیر بعد سر سلطان کی کال آئی تھی۔ "تمہارا خیال درست ہے۔" وہ کہہ رہے تھے۔ "صفدر وہاں پہنچا تھا اور اس نے میرے حوالے سے داؤد کی بیوی سے پوچھ گچھ کی تھی۔"

"اچھا تو جناب اب آپ اپنے پرسنل اسسٹنٹ کو فوراً سول اسپتال بھجوا دیجیے تاکہ وہ صفدر کی دیکھ بھال کرے۔ دراصل یہ جال میرے لیے بچھایا گیا ہے اور اب شہر کے مختلف حصوں سے لاشیں اٹھوانے کی ذمہ داری آپ پر ہوگی۔" عمران نے دوسری طرف سے مزید کچھ سنے بغیر ریسیور کریڈل پر پٹخ دیا پھر وہ میک اپ میں باہر نکلا تھا اور سول اسپتال کی طرف روانہ ہو گیا تھا۔

صفدر ابھی تک بے ہوش تھا۔ سر سلطان کا پرسنل اسسٹنٹ اس وقت اس کے اسٹریچر کے قریب ہی موجود تھا اور اسے وہاں سے اسپیشل وارڈ میں منتقل کرنے کے انتظامات ہو رہے تھے۔ یہاں خاصی بھیڑ تھی لہٰذا اندازہ کرنا مشکل تھا کہ چھپ کر بے ہوش صفدر کی نگرانی کرنے والے کتنے ہیں۔ خود عمران کے ماتحت باہر عمارت کے گرد موجود تھے۔ وہ اسپیشل وارڈ کے ایک آرام دہ کمرے میں پہنچا دیا گیا تھا اور اسے ہوش میں لانے کی تدبیریں کی جانے لگی تھیں۔ عمران کمرے کے باہر ہی ٹہلتا رہا تھا۔ راہداری میں وہ تنہا نہیں تھا۔ کئی آدمی اور بھی تھے۔ سر سلطان کا اسسٹنٹ کمرے میں تھا تھوڑی دیر بعد وہ باہر نکلا تھا اور صدر دروازے کی طرف چل پڑا تھا اس کے پیچھے دو آدمی اور بھی تھے۔ اسسٹنٹ اپنی گاڑی میں جا بیٹھا وہ خود ڈرائیو کر رہا تھا اس کے پیچھے چلنے والے دونوں آدمی بھی ایک گاڑی میں بیٹھ گئے۔ اسسٹنٹ کی گاڑی کے حرکت میں آتے ہی ان کی گاڑی کا انجن بھی اسٹارٹ ہوا تھا۔ عمران کی گاڑی ان دونوں گاڑیوں کے پیچھے تھی۔ اس نے اتنا فاصلہ برقرار رکھا تھا کہ تعاقب کا شبہ نہ ہو سکے اسسٹنٹ شاید ماڈل کالونی میں رہتا تھا اس لیے اسے ایک ویران راستے سے گزرنا پڑا تھا۔ دفعتاً اس کا تعاقب کرنے والی گاڑی کی رفتار تیز ہو گئی۔ شاید وہ آگے نکل لے جانا چاہتا تھا پھر عمران نے دیکھا کہ آگے نکل کر وہ سڑک پر ترچھی ہو گئی تھی اور

اچانک رک گئی تھی۔ اسسٹنٹ کی گاڑی کے بریکوں کی چرچراہٹ سناٹے میں گونج اٹھی تھی۔ وہ اگلی گاڑی سے شاید صرف ایک فٹ کے فاصلے پر رکی تھی۔ اگلی گاڑی سے دونوں آدمی اتر کر اسسٹنٹ کی گاڑی کے قریب آئے تھے۔ عمران اسی رفتار سے گاڑی چلاتا رہا تھا جس سے ابتدا کی تھی ان دونوں نے اسسٹنٹ کی گاڑی کا دروازہ کھول لیا اور اسے زبردستی نیچے اتار رہے تھے عمران نے ایکسیلیٹر پر زور دبا ڈالا اور ساتھ ہی جیب سے ڈارٹ گن بھی نکالی تھی ان دونوں میں سے ایک اچھل کر سڑک کے نیچے نہ اتر جاتا تو عمران کی گاڑی کی ٹکر ضرور ہو جاتی۔ دوسرے کا ہاتھ جیب کی طرف گیا ہی تھا کہ عمران کی ڈارٹ گن سے فائر ہوا۔ وہ لڑکھڑایا تھا اور منہ کے بل سڑک پر چلا آیا تھا۔ پہلا آدمی اپنی گاڑی کی طرف بھاگا لیکن پھر اس کا بھی وہی انجام ہوا جو دوسرے کا ہوا تھا۔ عمران ڈارٹ گن کو جیب میں رکھتا ہوا گاڑی سے نیچے اتر آیا۔

"تت... تم کون ہو؟" اسسٹنٹ ہکلایا تھا۔

"چپ چاپ گاڑی میں بیٹھو اور چلتے پھرتے نظر آؤ۔" اس نے [illegible] سے اگلی گاڑی کی طرف دیکھا تھا۔ اس پر عمران نے کہا۔ "اپنی گاڑی ریورس کرکے سڑک کے نیچے اتارو اور آگے بڑھ جاؤ۔ سر سلطان سے کہہ دینا کہ کھیل شروع ہو گیا ہے۔"

"مسکین میں تو پولیس کو اطلاع دوں گا۔"

"جلدی کرو۔" عمران آنکھیں نکال کر غرایا تھا۔

اسسٹنٹ نے بوکھلائے ہوئے انداز میں تعمیل کی تھی اس کے چلے جانے کے بعد عمران نے دونوں بے ہوش آدمیوں کو اٹھا کر اپنی اسٹیشن ویگن کے پچھلے حصے میں ڈالا تھا اور اب سائیکومینشن کی طرف روانہ ہو گیا تھا ان دونوں کی گاڑی اسی پوزیشن میں کھڑی رہنے دی جس میں روکی گئی تھی۔

* * *

وہ دونوں ایک ستون سے بندھے کھڑے تھے اور عمران کے ہاتھ میں چمڑے کا چابک تھا۔ ان کے جسم کے اوپری حصے برہنہ کر دیے گئے تھے۔ "کیوں دوستو۔" عمران چڑھانے کے سے انداز میں بولا۔ "کیا تم نے اس کے جسم کے زخموں کا شمار کیا تھا۔"

"ہم کچھ نہیں جانتے۔ ہم سے کہا گیا تھا کہ جو کوئی بھی اسے دیکھنے کے لیے آئے اسے اٹھا لے جانے کی کوشش کریں۔"

"شاباش۔" چابک اس کے سینے پر پڑا تھا وہ بلبلا اٹھا۔

"کس کے لیے کام کرتے ہو؟" عمران نے دوسرے پر ہاتھ رسید کرتے ہوئے کہا۔

"باس کے لیے۔"

"باس کون ہے؟"

"کوئی نہیں جانتا۔ شاہد نامی ایک آدمی اس کے لیے ہم سے کام لیتا ہے۔"

"کہاں رہتا ہے؟"

"کوئی نہیں جانتا۔ وہ ہم میں سے ہر ایک کو فون کرکے کسی ایک جگہ اکٹھا کرتا ہے اور کام بتا دیتا ہے۔"

"اصل کام کیا ہے؟"

"یہ ہم نہیں جانتے۔"

"اگر تم میں سے کسی کو اس سے رابطہ قائم کرنے کی ضرورت پیش آئے تو کیسے کرتے ہو؟"

"ایک فون نمبر ہے ہمارے پاس۔ کوئی عورت کال ریسیو کرتی ہے اور شاہد تک پیغام پہنچا دیتی ہے۔"

"تم نے معلوم کرنے کی کوشش تو کی ہوگی کہ نمبر کس کا ہے۔"

"جی ہاں۔"

"کہاں کا ہے؟"

"سول اسپتال کے ایکسچینج کا۔"

"وہ عورت کون ہے جو کال ریسیو کرتی ہے۔"

"یقین کیجیے۔ آج تک نہیں معلوم ہو سکا۔"

"شاہد کا حوالہ کس طرح دیتے ہو؟"

"بس کہہ دیتے ہیں کہ شاہد صاحب کے لیے پیغام ہے۔"

عمران نے فون نمبر نوٹ کیا اور قریب کھڑے ہوئے آدمی کو چابک پکڑا کر وہاں سے چلا گیا تھا۔ آپریشن روم میں آکر اس نے آپریٹر نمبر چار کو ایک پیغام نوٹ کرایا تھا۔ "لکھو۔ شاہد کے لیے... تمہارے وہ دونوں آدمی جو زخمی آدمی کی نگرانی کر رہے تھے خود زخمی حالت میں ٹپ ٹاپ نائٹ کلب کے عقبی پارک میں بے ہوش پڑے ہیں۔ انہیں اٹھوا لو۔" آپریٹر نے پیغام نوٹ کیا تھا پھر عمران نے وہ فون نمبر لکھوایا تھا جس پر پیغام دینا تھا۔

"ٹھیک نو بج کر پچیس منٹ پر یہ پیغام بھیجا جائے گا۔" اس نے آپریٹر سے کہا

"بہت بہتر جناب۔"

"فون نمبر کے نیچے احتیاطاً وقت بھی نوٹ کر لو۔ نو بج کر پچیس منٹ۔"

ٹھیک آٹھ بجے وہ پھر سول اسپتال جا پہنچا تھا اور اب وہ خوفناک تاثر دینے والے ریڈی میڈ میک اپ میں تھا۔ صفدر کے [illegible]

میں اطلاع ملی کہ وہ ہوش میں آ گیا تھا لیکن اسے مارفیا کا انجکشن دے کر دوبارہ سلا دیا گیا تھا۔ نو بج کر پندرہ منٹ پر وہ اس کمرے کے سامنے پہنچا تھا جہاں اسپتال کا ٹیلی فون ایکسچینج تھا۔ ایک جوان العمر عورت کانوں پر ہیڈ فون چڑھائے بیٹھی تھی۔ عمران کھڑکی کے قریب کھڑا اسے دیکھتا رہا۔ گھڑی پر بھی بار بار نظر پڑ رہی تھی۔ ٹھیک نو بج کر [illegible] منٹ پر اس نے آپریٹر کو جلدی جلدی کچھ لکھتے دیکھا پھر اس نے میز کی دراز سے ایک لفافہ نکال کر پیڈ سے کاغذ [illegible] لیا تھا اور اسے تہہ کر کے لفافے میں رکھ دیا تھا۔ ایک بار فون کا کوئی نمبر ڈائل کر کے ماؤتھ پیس میں کچھ کہا تھا اور لفافہ سامنے رکھے بیٹھی رہی۔ [illegible] بعد ایک آدمی کمرے میں داخل ہوا۔ عورت نے لفافہ اس کی طرف بڑھا دیا وہ باہر نکلا تو عمران مناسب فاصلے پر اس کا تعاقب کرتا رہا۔ [illegible] اسپتال سے [illegible] کمپاؤنڈ ہی کی ایک عمارت [illegible] کے پیچھے [illegible] جگہ [illegible] کہیں [illegible] اس نے وہ لفافہ ڈال دیا تھا۔

عمران جہاں تھا وہیں رک گیا۔ وہ آدمی جا چکا تھا اور اب عمران کی توجہ کا مرکز وہ خالی لیٹر بکس تھا [illegible] شاید دو منٹ بعد ایک آدمی نے لیٹر بکس کھول کر لفافہ نکالا اور کمپاؤنڈ کے پھاٹک کی طرف چل پڑا تھا۔ باہر نکل کر وہ پھاٹک کے قریب ہی کھڑی ہوئی ایک موٹر سائیکل اسٹارٹ کرنے لگا تھا۔ اتفاق سے عمران نے بھی اپنی گاڑی اسی کے قریب پارک کی تھی جیسے ہی موٹر سائیکل حرکت میں آئی تھی عمران نے بھی اپنی گاڑی کا انجن اسٹارٹ کیا تھا۔ تھوڑی ہی دیر بعد عمران نے محسوس کیا کہ موٹر سائیکل کسی ساحلی تفریح گاہ کی طرف جا رہی ہے جہاں بے شمار چوبی ہٹ بنے ہوئے تھے۔ سڑک بالکل سنسان پڑی ہوئی تھی۔ اس لیے تعاقب میں کوئی دشواری پیش نہیں آ رہی تھی۔ ٹول ٹیکس کی چوکی پر موٹر سائیکل رکوائی گئی تھی۔ عمران نے اپنی گاڑی بھی روکی تھی اور ٹول ٹیکس دے کر پھر آگے بڑھ گیا تھا۔ توقع تھی کہ موٹر سائیکل پیچھے آ رہی ہوگی لیکن تین چار فرلانگ آگے بڑھ آنے کے باوجود بھی اس کی ہیڈ لائٹ عقب نما آئینے میں نہ دکھائی دی۔ اس نے اپنی گاڑی سڑک کے نیچے [illegible] کر روک دی اور سوچنے لگا کیا اس کی دوڑ محض چوکی تک ہی تھی [illegible] نے ٹول ٹیکس کی بجائے [illegible] کے حوالے کر دیا تھا [illegible] تو چوٹ پڑ گئی۔ اب لفافے کا سراغ ملنا مشکل تھا۔

[illegible] تک وہیں رکی [illegible] ساحل کی طرف [illegible] اپنے [illegible]

پاس رہتی تھیں۔ برتھ پر ایک لانچ بھی لنگر انداز رہتی تھی۔ دفعتاً اس نے پرنس داؤد کے جزیرے کی طرف جانے کا فیصلہ کر لیا۔ وہ لیڈی داؤد سے ملنا چاہتا تھا۔

رات کے پونے گیارہ بجے تھے وہ اس برتھ کے قریب پہنچا تھا جہاں اس کے محکمے کی لانچ لنگر انداز تھی۔ اس پر دو آدمی کام کرتے تھے۔ دونوں سو چکے تھے۔ عمران نے انھیں جگایا تھا پھر پاس ورڈ سنتے ہی وہ پوری طرح ہوش میں آ گئے۔ ہو سکتا ہے [illegible] والے جانتے رہے ہوں لیکن اس میک اپ میں نہ پہچان سکے۔ بہرحال انھیں تو پاس ورڈ سے سروکار تھا جو بھی چاہتا اس کے توسط سے ان سے کام لے سکتا تھا۔ لانچ داؤد کے جزیرے کی طرف روانہ ہو گئی۔ وہ دونوں انجن روم میں تھے۔ عمران نے کیبن کی ایک الماری کھول کر سیاہ لباس اور کینوس کے جوتے نکالے تھے۔ لباس تبدیل کرنے میں دس منٹ سے زیادہ نہیں لگے تھے۔ ایک تھیلا نکالا [illegible] مختلف قسم کے اوزار اور ریشم کی ڈور کے گچھے تھے۔ پون گھنٹے کے بعد لانچ جزیرے کے ایک ویران ساحل سے جا لگی تھی۔ عمران نے انھیں کچھ ہدایات دی تھیں اور خشکی پر آ گیا تھا۔ پرنس داؤد کی عمارت کے آثار تاروں بھرے آسمان کے پیش منظر میں یہاں سے بھی دکھائی دے رہے تھے۔ وہ تھیلے کو بائیں شانے سے لٹکا کر پیدل ہی چل پڑا تھا۔ دس منٹ بعد وہ اس عمارت کی پشت پر پہنچ گیا جہاں لیڈی داؤد کا قیام تھا۔

جیسے ہی وہ کمپاؤنڈ وال کے قریب پہنچا تھا اندر سے رکھوالی کے کتوں کے بھونکنے کی آواز آئی تھی۔ کم از کم دو کتے رہے ہوں گے آواز سے السیشین ہی معلوم ہوتے تھے۔ عمارت کے چاروں طرف قد آدم اونچی دیواریں تھیں۔ عمران نے اچھل کر اندازہ لگانے کی کوشش کی تھی کہ ان پر شیشے کے ٹکڑے تو نہیں ہیں۔ بہرحال اطمینان ہو جانے کے بعد ہی وہ دیوار پر چڑھا تھا پھر اس نے ہولسٹر سے ڈارٹ گن نکالی تھی۔ کیونکہ ایک کتا بھونکتا ہوا شاید اسی سمت آ رہا تھا۔ اس کا ہیولیٰ نظر آتے ہی عمران نے نشانہ لے کر ڈارٹ گن کے ٹریگر پر دباؤ ڈالا تھا۔ کتے کے حلق سے کسی قدر غیر معمولی سی آواز نکلی تھی اور پھر وہ خاموش ہو گیا تھا۔ دوسرا کتا شاید ابھی دور تھا لیکن آہستہ آہستہ اس کی آواز بھی قریب ہوتی جا رہی تھی... ایک بار پھر اس نے ٹریگر پر دباؤ ڈالا۔ [illegible] ہی سی دیر میں پچھلے کا سا انجام [illegible] ہو گیا دونوں کتے بے ہوش ہو چکے تھے۔ [illegible] آہستہ آہستہ [illegible] عمارت [illegible] شاید [illegible] کبھی سو گیا تھا [illegible] ایک کھڑکی کا شیشہ کاٹ کر وہ [illegible]

تاریک کمرے میں پہنچا تھا جہاں سے عمارت کا جائزہ لینے کی تیاری ہوئی۔ تھیلے سے محدود روشنی والی پنسل ٹارچ نکل آئی تھی۔ اس کمرے کی حالت سے اندازہ ہوتا تھا کہ وہ استعمال میں نہیں رہتا۔ دوسرا کمرہ [illegible] خواب گاہ ہی ہو سکتا تھا لیکن یہ بھی تاریک تھا اور بستر خالی۔ روشنی کی لکیر آہستہ آہستہ تاریکی میں رینگ رہی تھی۔ اچانک وہ بستر کے سرہانے والی چھوٹی سی میز پر رک گئی... لفافہ... وہی لفافہ... اس نے اسے پہلی ہی نظر میں پہچان لیا تھا جس کے سرے پر ریڈ کراس بنا ہوا تھا اس نے اسے اٹھا لیا تھا۔ اندر پرچہ موجود تھا اور اس پر پنسل سے جلدی میں گھسیٹا ہوا پیغام بھی وہی تھا جو اس نے سائیکو مینشن کے آپریٹر نمبر چار کے حوالے کیا تھا۔ اس نے طویل سانس لی۔ روشنی کی لکیر اب تیزی سے کمرے میں گردش کر رہی تھی۔ مختلف کمروں سے گزرتا ہوا وہ ایک ایسی خوابگاہ میں داخل ہوا تھا جہاں گہرے نیلے رنگ کی ٹھنڈی روشنی پھیلی ہوئی تھی۔ یہ لیڈی داؤد کی خواب گاہ تھی اور وہ بستر پر بے خبر سو رہی تھی۔

عمران نے دروازہ بولٹ کر کے پردہ کھینچ دیا پھر اس نے زیادہ روشنی والے بلب کا سوئچ آن کر دیا۔ شاید وہ تیز روشنی ہی کا [illegible] تھا جس نے لیڈی داؤد کو جگا دیا۔ وہ بوکھلا کر اٹھ بیٹھی تھی اور خوفزدہ انداز میں اپنے گرد چادر لپیٹنے لگی تھی۔ عمران نے اپنے ہونٹوں پر انگلی رکھ کر اسے خاموش رہنے کا اشارہ کیا تھا اور [illegible] بستر سے بولا تھا۔

"چیخنا شروع کر دینا۔ میں سر سلطان کا آدمی ہوں۔"

"لیکن... اس طرح؟" وہ غصیلے لہجے میں بولی۔

"مجبوراً... وہ جو آج آپ سے پوچھ گچھ کرنے آیا تھا ایک اسپتال میں زخمی پڑا ہے۔"

"میں نہیں سمجھی۔"

"کسی نے اسے سر سلطان تک نہیں پہنچنے دیا۔"

"لیکن میں اسے کیا بتاتی۔ کچھ بھی تو نہیں جانتی۔"

"یہاں اور کون ہے؟"

"یہاں!... اوہ، پرنس کا ایک دوست۔ وہ دوسرے کمرے میں سو رہا ہے۔"

"سو رہا تھا... اب تو وہاں کوئی بھی نہیں ہے۔ کیا میں اس کا نام پوچھ سکتا ہوں یور لیڈی شپ؟"

"ہاں۔ آں۔ شاہد! وہ پرنس کا بزنس پارٹنر بھی ہے۔"

"اور شاید قاتل بھی۔"

"کیا مطلب؟" لیڈی داؤد اچھل پڑی۔

"شاید آپ کو معلوم نہیں کہ پرنس کا پارٹنر قاتلوں اور سازشیوں سے ہے۔"

"سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔"

"بہت جلد سب کچھ روشنی میں آ جائے گا۔ کیا وہ شخص مستقل طور پر یہیں رہتا ہے؟"

"نہیں... ماتم پرسی کے لیے آیا تھا میں نے روک لیا۔"

"حلیہ کیا ہے شاہد صاحب کا؟"

"شیطانوں جیسا۔ داڑھی اور سر کے بال بد نمائی کی حد تک بڑھے ہوئے ہیں۔ شاید نئے لوگوں کے لیے پرکشش ہو مجھے تو ایک آنکھ نہیں بھاتا...!"

"لیم شیم آدمی ہے۔"

"ہاں آں، چراغ الدین کا جن لگتا ہے۔" لیڈی داؤد بولی۔

"لیکن مجھے حیرت ہے کہ وہ اطلاع دیے بغیر کیوں چلا گیا؟"

"شاہد کے ساتھ پارٹنر شپ والے بزنس کی نوعیت کیا ہے؟"

"مجھے تفصیل کا علم نہیں۔ تم ذرا منہ پھیر کر کھڑے ہو جاؤ۔ میں سلیپنگ گاؤن پہنوں گی۔"

"بہت بہتر یور لیڈی شپ۔" عمران نے کہا اور دوسری طرف مڑا ہی تھا کہ چراغ الدین والے جن پر نظر پڑی جو بائیں طرف کے دروازے میں پستول لیے کھڑا تھا۔ عمران نے دونوں ہاتھ اوپر اٹھا دیے اور شاہد نے لیڈی داؤد سے کہا۔ "شور مچانے کی ضرورت نہیں۔ تم باتھ روم میں چلی جاؤ۔"

"مگر... لیکن یہ سب ہے کیا؟"

"تجارتی جھگڑے ہیں بھابی۔" شاہد نے کہا۔ "پرنس کے قتل میں انھی لوگوں کا ہاتھ ہے۔ ہاں میں نے اس آدمی کو بچایا تھا جو تم سے پوچھ گچھ کرنے آیا تھا۔ ان لوگوں نے سر سلطان کے بھیجے ہوئے آدمی کو یہاں تک پہنچنے ہی نہیں دیا تھا۔"

عمران ہنس پڑا۔ بڑی بے ہنگم ہنسی تھی۔

"خاموش رہو۔" شاہد غرایا۔

"بہتر ہے یور لیڈی شپ آپ باتھ روم میں جا کر دروازہ بند کر لیجیے۔" عمران نے کہا۔ "مسٹر شاہد اب غالباً چاند ماری فرمائیں گے۔ کہیں آپ بھی زخمی نہ ہو جائیں۔"

لیڈی داؤد سچ مچ باتھ روم میں چلی گئی تھی اور دروازہ بند کر لیا تھا۔

"تو مسٹر شاہد۔" عمران ریوالور کے ٹریگر پر نظر رکھتا ہوا بولا۔ "تم نے اپنے آدمیوں کو ہٹوانے کا انتظام کر لیا یا نہیں؟"

"اوہ... تو تم اس پیغام کا تعاقب کرتے ہوئے یہاں تک پہنچے

"ظاہر ہے کہ وہ پیغام میں نے اسی لیے بھجوایا تھا۔ ورنہ بہرام ڈاکو تو ہوں نہیں کہ اس قسم کی خط و کتابت شوقیہ کرتا پھروں گا۔"

"تم کون ہو؟"

"اسی کی فورس کا ایک آدمی جسے بے نقاب کر دینے کے چکر میں پڑے ہو تم لوگ۔"

"اوہو۔ تب تو میری خوش قسمتی ہے۔" شاہد نے طنزیہ سی ہنسی کے ساتھ کہا۔ پھر اس نے عمران کی ران پر فائر کیا تھا۔ عمران نے پہلے ہی اندازہ لگا لیا تھا کہ فائر بے آواز ہوگا اسی لیے اس نے ٹریگر والی انگلی پر نظر رکھی تھی۔ بہرحال گرا تھا بائیں پہلو کے بل اور دونوں ہاتھوں سے بائیں ران دبائے اسے دیکھے جا رہا تھا آنکھوں سے تکلیف کے آثار بھی مترشح ہو رہے تھے۔

دفعتاً لیڈی داؤد چیختی ہوئی غسل خانے سے نکل آئی۔ "یہ تم نے کیا کیا یہ سر سلطان کا آدمی تھا۔"

"یہاں سے چلی جاؤ۔" شاہد خونخوار انداز میں غرایا۔

"نہیں... نہیں۔"

"جاؤ۔" وہ اس کی طرف اس طرح جھپٹا تھا جیسے پستول کا دستہ اس کے سر پر رسید کر دے گا۔ ٹھیک اسی وقت عمران نے اس پر چھلانگ لگائی اور پستول اس کے ہاتھ سے نکل کر دور جا گرا۔ شاہد کسی زخمی سانپ کی طرح پلٹا تھا۔ عمران نے پھرتی سے جھک کر اسے کمر پر لادا اور دوسری طرف اچھال دیا۔ دیوار سے سر ٹکرانے کی آواز کمرے کی محدود فضا میں گونج کر رہ گئی تھی لیکن وہ غیر متوقع طور پر جلد ہی سنبھل گیا تھا اور پستول پر قبضہ کرنے کے لیے چھلانگ لگائی تھی۔ لیڈی داؤد حیرت سے منہ کھولے دروازے کے قریب کھڑی رہی۔ دونوں کے درمیان پستول پر قبضہ کرنے کے لیے کشمکش جاری ہی تھی کہ لیڈی داؤد کو ہوش آ گیا تھا۔ وہ جھپٹی تھی اور پستول اٹھا کر کمرے سے نکل بھاگی تھی۔

"یہ کیا کر رہی ہے کتیا۔" شاہد دہاڑا لیکن وہ تو کبھی کی جا چکی تھی۔ عمران نے اسے بری طرح جکڑ رکھا تھا لیکن وہ بھی کمزور نہیں معلوم ہوتا تھا۔ دفعتاً اس نے عمران کو دوسری طرف اچھال دیا اور خود دروازے کی طرف چھلانگ لگائی ہی تھی کہ عمران دوبارہ اس پر آ پڑا۔ اس بار اس کے سر کے بڑے بڑے بال اس کی گرفت میں آ گئے تھے لیکن اس نے پلٹ کر عمران کے سینے پر دو ہتڑ مارا تھا۔ گرفت ایسی تھی کہ عمران اس طرح پلٹ پڑنے کا تصور بھی نہیں کر سکتا تھا اس لیے خود کو نہ سنبھال سکا پھر وہ تو زمین پر چاروں خانے چت گرا تھا اور شاہد کھلے ہوئے دروازے سے نکل بھاگا تھا۔ لیکن یہ کیا؟ شاہد کے بال تو اس کی گرفت ہی میں رہ گئے تھے وہ بوکھلا کر اٹھ بیٹھا۔ صرف بال ہی نہیں تھے۔ بلکہ داڑھی سمیت پورا چہرہ تھا۔ پلاسٹک کا چہرہ نما خول۔ اس نے گھبرا کر اپنی ناک ٹٹولی۔

"لاحول ولا قوۃ۔" وہ بڑبڑایا تھا۔ اس دھینگا مشتی کے دوران میں اس کا ریڈی میڈ میک اپ بھی اتر گیا تھا لیکن وہ کمرے ہی میں گرا تھا اس نے جلدی سے اسے اٹھا کر دوبارہ اپنی ناک پر فٹ کر لیا۔ اتنے میں بہت سے قدموں کی آوازیں آئی تھیں اور لیڈی داؤد تین مسلح نوکروں سمیت کمرے میں داخل ہوئی تھی۔

"کہاں گیا وہ ذلیل؟" وہ چاروں طرف دیکھتی ہوئی بولی۔

"وہ رہا۔" عمران نے فرش پر پڑے ہوئے پلاسٹک کے چہرے کی طرف اشارہ کیا۔ اس نے اسے جھپٹ کر اٹھایا تھا اور حیرت سے دیکھتی رہی تھی۔ پھر ہکلائی تھی "تت... تو... یہ خول۔"

"جی ہاں۔ یہ خول اس کے چہرے پر چڑھا ہوا تھا۔ یہ چہرہ وہ میری گرفت میں چھوڑ کر نکل بھاگا۔"

"وہ کون تھا؟"

"کاش مجھے اس کی شکل دیکھ لینے کا موقع مل جاتا مائی لیڈی۔"

"جاؤ تلاش کرو۔" لیڈی داؤد نے ملازموں کی طرف مڑ کر کہا۔

"بے کار ہے۔ مائی لیڈی۔"

"کتے بھی نہیں بھونک رہے۔" دفعتاً وہ چونک کر بولی۔ "اوہ! مردود نے کہیں انھیں ختم نہ کر دیا ہو۔"

"پستول تو آپ کے پاس تھا۔ اگر کوئی دوسرا بھی ہوتا اس کے پاس تو اس طرح نہ بھاگتا۔"

"ٹھیک کہتے ہو۔"

"کیا میں آپ کا فون استعمال کر سکتا ہوں؟"

"شیور... کیوں؟"

"ایسے لوگوں کو تلاش کروں گا جو یہاں اس کی انگلیوں کے نشانات تلاش کر سکیں۔"

"تم فون استعمال کر سکتے ہو۔"

"اور ہاں ذرا مجھے اس کمرے میں بھی لے چلیے جہاں اس کا قیام تھا۔"

"وہاں بھی فون ہے... وہیں چلو۔"

* * *

سعدیہ اور ثروتی کے درمیان جھگڑا ہو گیا تھا۔ عمران نے اسے بھی سائیکو مینشن ہی میں بلوا لیا تھا اور دونوں کی رہائش ایک ہی کمرے میں تھی۔ دونوں ایک دوسرے پر چیختی رہی تھیں پھر دروازہ کھلا تھا

اور عمران اندر داخل ہوا تھا۔

"ہم ایک ساتھ نہیں رہ سکتیں۔" سعدیہ غرائی۔

"اب یہ میرے باپ کا گھر تو ہے نہیں کہ تمھارے لیے الگ سے کوئی انتظام کر دوں گا۔"

"تو پھر اسے لے جاؤ یہاں سے۔" اس نے ثروتی کی طرف ہاتھ اٹھا کر کہا۔

"وہ تو سب ٹھیک ہے لیکن جھگڑا کس بات پر ہوا ہے؟"

"ذاتی معاملہ ہے۔"

"ہو سکتا ہے کہ اس ذاتی معاملے کا تعلق کسی حد تک مجھ سے بھی ہو [illegible] کہا جاتا تھا کہ جو [illegible] کمرے میں داخل ہوئی [illegible] اسے اس طرح دیکھا تھا جیسے اس کی موجودگی غیر ضروری [illegible] ان دونوں میں سے کون تھی؟" اس نے سوال کیا۔

"وہ جو سب سے زیادہ خوبصورت دکھائی دے رہی تھیں۔" عمران نے [illegible] لہجے میں جواب دیا۔

"تم وقت ضائع کر رہے ہو۔"

"تم کیوں شامل ہو رہی ہو اس تنازع میں [illegible]" [illegible] ہم لوگوں نے۔" سعدیہ ہنس کر بولی۔ "[illegible] نے کیا کہہ دی ہے۔"

"جاؤ۔" عمران نے دروازے کی طرف ہاتھ اٹھا کر کہا۔ "تمھاری موجودگی ضروری نہیں ہے۔"

"تم ہوش میں ہو یا نہیں؟"

"اچھا اچھا یہی معلوم ہوتی ہے۔" سعدیہ سر ہلا کر بولی۔

"اس سے بھی بدتر۔" عمران نے ٹھنڈی سانس لی۔

جولیا نے سعدیہ کو قہر آلود نظروں سے دیکھا تھا اور پھر عمران کو گھورتی ہوئی باہر چلی گئی تھی۔

"وہ بھی دلکش ہے۔" سعدیہ نے ثروتی کی طرف دیکھ کر کہا لیکن وہ برا سا منہ بناتے ہوئے دوسری طرف دیکھنے لگی تھی۔

"ہاں تو وہ لین دین کی بات تھی۔ تم نے مس ثروتی سے قرض لیا تھا کہیں جوا کھیلتے وقت۔" عمران نے سعدیہ سے کہا تھا اور پھر اس نے محسوس کیا تھا کہ دونوں کے چہروں پر ہوائیاں اڑنے لگی ہیں۔ "تم نے یہ بات مجھ سے کیوں چھپائی تھی سعدیہ؟"

"قطعی غیر متعلق بات تھی۔"

"ہرگز نہیں۔ اب میں کہہ رہا ہوں کہ یہ معاملہ بھی اسی کیس سے متعلق ہے۔ مجھے بتاؤ وہ اسٹیمر کہاں لنگر انداز ہوتا ہے جس پر جوا ہوتا ہے۔" سعدیہ کچھ نہ بولی۔ عمران نے ثروتی کی طرف دیکھا تھا۔ وہ جلدی سے بولی۔ "میں بتاؤں گی۔ یہ سعدیہ اسٹیمر کے لیے ٹکٹ فروخت کرتی تھی۔"

"ٹکٹ فروخت کرتی تھی؟" عمران نے حیرت سے کہا۔

"ہاں... اور یہ ٹکٹ صرف جانے پہچانے آدمیوں کو دیے جاتے تھے۔"

"دلچسپ۔" عمران سعدیہ کی طرف دیکھ کر مسکرایا وہ اب بھی سر جھکائے بیٹھی تھی۔ عمران سے نظر نہیں ملا رہی تھی۔

"صرف یہی نہیں کئی دوسری عورتیں بھی ٹکٹ فروخت کرتی ہیں۔ اپنی جان پہچان والوں میں۔ مہا جوا ہوتا ہے۔ یہاں سے خصوصی لانچیں جواریوں کو اسٹیمر تک پہنچاتی ہیں اور وہ اسٹیمر ہمیشہ ایک ہی جگہ لنگر انداز نہیں ہوتا ہے۔ سنیچر اور بدھ کی رات کو کھیل ہوتا ہے۔"

"اوہو آج تو بدھ ہی کی رات ہے۔ آج کہاں لنگر انداز ہوگا؟"

"اب جبکہ میں یہاں ہوں مجھے کس طرح معلوم ہو سکے گا کہ وہ کہاں لنگر انداز ہوگا۔" سعدیہ مردہ سی آواز میں بولی۔ "لیکن یہ ضرور بتا سکوں گی کہ اسٹیمر کا نام ایس ایس راجپوت ہے اور وہ ان دونوں راتوں کو ایک پڑوسی ملک سے آتا ہے۔ تین بڑی لانچیں جواریوں کو اس تک لے جاتی ہیں۔ لانچوں کے نام شاہین، داؤد اور مونیکا ہیں۔ پرنس داؤد اس کاروبار میں ایس ایس راجپوت والے کا حصہ دار تھا۔"

"بس تو پھر آج جوا نہیں ہوگا۔" عمران کچھ سوچتا ہوا بولا۔ "تمھارے غائب ہو جانے کے بعد وہ محتاط ہو جائیں گے۔" پھر عمران انھیں وہیں چھوڑ کر باہر آ گیا تھا اور بلیک زیرو کو فون پر ہدایت کی تھی کہ وہ شاہین، داؤد اور مونیکا نامی لانچوں کے بارے میں چھان بین کرے۔

"صفدر کا کیا حال ہے؟" اس نے پوچھا۔

"اب بہتر ہے۔" بلیک زیرو کی آواز آئی۔ "اس نے لیڈی داؤد کے ہاں سے واپسی کے وقت جزیرے ہی کے ایک کیفے میں کافی پی تھی اس کے بعد کا اسے ہوش نہیں۔ پھر نامعلوم آدمیوں ہی میں اس کی آنکھ کھلی تھی اور اس پر اس لیے تشدد کیا گیا تھا کہ اس نے اپنا پتہ بتانے سے انکار کر دیا تھا۔"

"خیر دیکھیں گے۔" عمران نے کہا اور کال کا سلسلہ منقطع کر دیا۔ وہ دوبارہ سعدیہ کے پاس آیا تھا اور تینوں عورتوں کے نام اور پتے نوٹ کیے تھے جو ٹکٹ فروخت کرتی تھیں۔ ایک گھنٹے بعد بلیک زیرو نے مطلع کیا تھا کہ تینوں لانچیں ساحل پر کہیں بھی لنگر انداز نہیں ہیں۔

"نظر رکھنا۔" عمران بولا۔ "ہو سکتا ہے کہ وہ مخصوص اوقات ہی میں ساحل سے لگتی ہوں۔"

پھر اس نے اسے ان تینوں عورتوں کے نام اور پتے لکھوا کر اُن سے متعلق بھی ہدایات دی تھیں۔ ان عورتوں سے متعلق ہدایات تو رسمی ہی تھیں لیکن اسے یقین تھا کہ اب ان کا سراغ ملنا بھی مشکل ہی ہوگا ہو سکتا ہے ان لڑکیوں کے رنگ، اور نام بھی بدل دیئے گئے ہوں۔

یہ اندازہ غلط نہیں نکلا تھا۔ ان تینوں عورتوں کے بارے میں تو اسے جلد ہی معلوم ہو گیا کہ وہ اپنے ٹھکانوں پر نہیں مل سکیں۔ انھوں نے وہ مکانات ہی خالی کر دیئے تھے۔ پڑوسیوں سے ان کے بارے میں کچھ بھی نہ معلوم ہو سکا۔ اب صرف لیڈی داؤد ہی باقی تھی۔ وہ ایک بار پھر اس سے ملنا چاہتا تھا۔ شاہد سے متعلق مزید پوچھ گچھ کرنے کے لیے۔ اس رات بہتیری باتیں رہ گئی تھیں اور یہ بھی دیکھنا چاہتا تھا کہ اب بھی لیڈی داؤد کے ملنے جلنے والوں پر نظر رکھی جا رہی ہے یا نہیں۔ اس بار اس نے دیدہ و دانستہ کھل کر سامنے آنے کا خطرہ مول لیا تھا۔ عمران ہی کی حیثیت سے داؤد کے جزیرے کی راہ لی تھی۔ البتہ وہ تنہا نہیں تھا اس کے چار ماتحت بھی اس کے آس پاس ہی رہے تھے۔ لیڈی داؤد تک پہنچنے میں کوئی دشواری پیش نہیں آئی تھی۔ ویسے وہ اسے پہچان نہ سکی کیونکہ اس رات وہ ریڈی میڈ میک اپ میں تھا۔

"تم پوچھ گچھ کرنے آئے ہو؟" لیڈی داؤد نے حیرت سے کہا۔

"جی ہاں!" عمران نے جواب دیا تھا اور چہرے پر بکھری ہوئی حماقت دو چند ہو گئی تھی۔

"کیا پوچھو گے؟"

"یہی کہ آپ کون سا منجن استعمال کرتی ہیں آپ کے دانت تو موتیوں کو شرماتے ہیں۔"

"کیا مطلب؟" وہ اُسے گھورنے لگی تھی۔

"آپ کے جواب پر تفتیش کی گاڑی آگے بڑھانے کا ارادہ ہے۔"

"خفیہ پولیس سے تعلق ہے تمھارا؟"

"جی ہاں۔ اسی لیے اتنا خفیہ سوال کیا ہے۔"

"کیا تم جیسے بے وقوف رکھے جاتے ہیں خفیہ پولیس میں؟"

"جی... وہاں تو ہر طرح کے بھی رکھے جاتے ہیں۔ اسی لیے کہلاتی ہے خفیہ پولیس۔"

"میرے پاس وقت نہیں ہے۔"

"لیکن میں صرف بے وقوف ہوں، وہ نہیں ہوں جو آپ سمجھ رہی ہیں۔"

"دھکے دلوا کر نکلوا دوں گی۔"

"محترمہ آپ میری شکل کیوں دیکھ رہی ہیں، میرے سوال کا جواب دیجئے۔"

"منجن کا اس معاملے سے کیا تعلق ہو سکتا ہے؟"

"خفیہ پولیس تعلق پیدا کر لیتی ہے۔"

"کیا میں سر سلطان کو فون کروں کہ ایک پاگل آدمی میرا وقت ضائع کر رہا ہے؟"

"انھوں نے مجھے پاگل سمجھ کر ہی بھیجا ہے۔ صحیح الدماغ آدمیوں کا حلیہ بھی قابلِ شناخت نہیں رہتا یہاں آکر۔"

"اوہ، اس بے چارے کا کیا حال ہے؟"

"پندرہ دن تک بستر سے نہیں اُٹھ سکے گا۔"

"مجھے افسوس ہے۔"

"پرنس کی زندگی میں کبھی شاہد بھی کبھی یہاں قیام کرتا رہا ہوگا؟"

"کیوں نہیں، جب بھی جزیرے میں آتا تھا ہمارے ساتھ ہی رہتا تھا۔"

"اسی کمرے میں؟"

"ہاں، وہ کمرہ اسی کے لیے مخصوص کر دیا گیا تھا۔"

"اس دوران میں آپ نے کوئی نیا ملازم تو نہیں رکھا؟"

"نہیں، لیکن شاہد سے تم نے ملازم پر کیوں چھلانگ لگائی؟"

"بس یونہی... ہم ایسے ہی بے ربط سوال کرتے ہیں۔ میں وہ کمرہ دیکھنا چاہتا ہوں۔"

"چلو..."

وہ اسے اس کمرے میں لائی تھی جہاں شاہد قیام کیا کرتا تھا۔

"اگر میں اس کمرے کو الٹ پلٹ کر رکھ دوں تو آپ کو کوئی اعتراض تو نہ ہوگا؟" عمران نے پوچھا۔

"آخر کس چیز کی تلاش ہے؟"

"کسی تہ خانے کے راستے کی۔"

"سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔ ہماری عمارت میں تہ خانے نہیں ہیں۔ سب جدید ترین عمارات ہیں۔ وہ زمانہ تو نہیں رہا تھا جب گرمیوں میں لوگ دھوپ اور لُو سے بچنے کے لیے تہ خانوں میں پناہ لیا کرتے تھے۔ اب تو ائیر کنڈیشنگ کا دور دورہ ہے۔"

"اس کے باوجود بھی میں تلاش کروں گا۔"

"اپنا اور میرا وقت برباد کرو گے۔"

تھوڑی ہی سی دیر میں عمران نے کمرے کو تہ و بالا کر کے رکھ دیا تھا اور لیڈی داؤد کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئی تھیں۔ تہ خانے کا راستہ مسہری کے نیچے موجود تھا۔

"خدا گواہ ہے، میں نہیں جانتی تھی۔" وہ خوفزدہ سی آواز میں بولی۔ "خدا جانے نیچے کیا ہو۔ پرنس مرحوم شاہد جیسے دغا بازوں کے بزنس پارٹنر تھے۔"

"ضروری نہیں کہ ایک بیوی اپنے شوہر سے پوری طرح واقف ہو۔" عمران نے سرد لہجے میں کہا۔

"اب میں کیا کروں؟" لیڈی داؤد کی حالت غیر ہوئی جا رہی تھی۔

"خود کو سنبھالیے اور میرے ساتھ نیچے چلیے۔"

"نن... نہیں، پتا نہیں وہاں کیا ہو۔"

"آپ تنہا تو جا نہیں رہیں، میں ساتھ ہوں۔"

"دو ایک ملازموں کو بھی ساتھ لے لیں۔"

"گویا آپ ایسے گواہ بنانا چاہتی ہیں جو پل بھر میں سارے زمانے میں بات پھیلا دیں۔"

"تم ٹھیک کہہ رہے ہو، میری عقل ٹھکانے نہیں رہی۔"

"حوصلہ کیجئے محترمہ۔"

"اچھا... اچھا چلو، لیکن ٹھہرو میں ٹارچ لاتی ہوں۔"

"ٹارچ ہے میرے پاس۔"

اٹھارہ سیڑھیاں طے کر کے وہ نیچے پہنچے تھے۔ یہ ایک بہت بڑا زمین دوز ہال تھا۔ جہاں چاروں طرف بہت بڑے بڑے صندوق رکھے ہوئے تھے۔

"اوہ، اچھا، میں سمجھ گئی۔ ان صندوقوں میں غیر ملکی شرابیں ہوں گی۔ پرنس شراب بھی تو امپورٹ کرتے تھے۔"

"حالانکہ شراب کا بزنس نہیں تھا۔"

وہ کچھ نہ بولی۔ عمران نے آگے بڑھ کر ایک صندوق کا ڈھکن اٹھایا۔

"خدا کی پناہ۔" اس کی زبان سے بے ساختہ نکلا تھا۔

"کیا ہے؟" وہ اچھل پڑی۔

"قریب آکر دیکھئے۔"

صندوق میں رائفلیں بھری ہوئی تھیں۔ لیڈی داؤد بُری طرح کانپنے لگی۔ عمران طویل سانس لے کر بولا۔ "اسلحہ کا بزنس بھی نہیں تھا۔"

اسی طرح دوسرے صندوقوں میں ٹامی گنیں، ریوالور، سب مشین گنیں اور ان کے ایمونیشن موجود تھے۔ دستی بم بھی وافر مقدار میں ملے۔ "شاید کسی مسلح بغاوت کا خواب دیکھا جا رہا تھا۔" عمران بولا۔

"میں تصور بھی نہیں کر سکتی۔ خداوندا یہ سب کیا ہے؟"

"تمھارا شوہر کسی غیر ملک کا ایجنٹ تھا لیڈی داؤد۔"

"خدا غارت کرے شاہد کو۔ داؤد ایسا نہیں تھا۔ اسے بہکایا گیا تھا۔"

"کچھ بھی ہو۔ آپ اپنی زبان قطعی بند رکھیں گی۔ ایک محب وطن کی طرح ہم سے پورا پورا تعاون کریں گی۔ جب تک کہ اصل مجرم ہاتھ نہ آجائیں، آپ کو خاموشی ہی اختیار کرنی پڑے گی۔"

"میں اپنے وطن کے لیے جان دے سکتی ہوں، تم مطمئن رہو۔" لیڈی داؤد نے سخت لہجے میں کہا۔ وہ اپنے اعصاب پر قابو پا چکی تھی۔

"آہا، ٹھہریئے... وہ دیکھئے۔ ادھر بھی ایک دروازہ موجود ہے۔" عمران نے بائیں جانب اشارہ کیا۔

"اب دیکھو ادھر کیا نکلتا ہے۔" لیڈی داؤد دروازے کی طرف بڑھتی ہوئی بولی۔

"ٹھہریئے۔" عمران نے کہا۔ پھر خود ہی آگے بڑھ کر دروازے کو دھکا دیا تھا۔ دونوں پاٹ کھلتے چلے گئے لیکن کوئی خوشگوار منظر نہیں تھا۔ سامنے ہی تین آدمی ٹامی گنیں لیے کھڑے دکھائی دیئے تھے۔ پھر ان میں سے ایک آدمی آگے بڑھا اور لیڈی داؤد کے پیچھے آکھڑا ہوا۔

"چلو۔" وہ غرّایا۔

بہرحال انھیں تعمیل کرنی پڑی۔ ذرا سی بے احتیاطی انھیں موت سے ہم آغوش کر سکتی تھی۔ یہ ایک طویل سرنگ نما راستہ ثابت ہوا۔ "آخر ہم کہاں جا رہے ہیں؟" عمران تھوڑی دیر بعد بولا۔

"جہنم میں۔" جواب ملا تھا۔ "خاموشی سے چلتے رہو ورنہ چھلنی کر کے رکھ دیں گے۔"

یہ سرنگ نما راستہ قریباً ایک فرلانگ طویل ضرور رہا ہوگا۔ پھر انھیں آسمان دکھائی دیا تھا لیکن اب وہ ایک پتھریلی دراڑ کے درمیان چل رہے تھے۔ دونوں جانب بلند و سطح اونچی چٹانیں تھیں۔ عمران کے چاروں ماتحت عمارت کے باہر ہی ٹھہرے تھے لہٰذا ان کے فرشتوں کو بھی علم نہ ہو سکا ہوگا کہ عمران پر کیا گزری۔ وہ چلتے رہے کہ انھیں لہروں کے شور کے ساتھ آبی پرندوں کی بھی آوازیں سنائی دینے لگی تھیں۔ پھر اچانک وہ عین سمندر کے ساحل پر بالکل کھلے میں آنکلے تھے۔ سامنے ہی ایک بڑی لانچ لنگر انداز تھی۔ اس کے علاوہ دُور دُور تک کوئی دوسری لانچ نہیں دکھائی دیتی تھی۔

"چلو۔ لانچ پر۔" ایک مسلح آدمی غرّایا۔ عمران کی کمر سے ٹامی گن کی نال آلگی۔ وہ دونوں ہاتھ اوپر اٹھائے ہوئے لانچ پر پہنچا۔ لیڈی داؤد کی آنکھوں میں جھنجلاہٹ کے آثار تھے۔ لانچ پر عملے کے علاوہ دو آدمی پہلے ہی سے موجود تھے۔ انھیں ساتھ لانے والے مسلح آدمیوں میں سے ایک لانچ ہی پر رک گیا تھا اور دو دوسرے واپس ہو گئے تھے۔ انھیں ایک چھوٹے سے کیبن میں بند کر دیا گیا ساتھ

ہی آگاہ بھی کیا گیا کہ مسلح آدمی کیبن کے دروازے پر موجود رہے گا۔ اگر انھوں نے کچھ کرنے کی کوشش کی تو انجام بخیر نہ ہوگا۔

"خدا غارت کرے ان کو۔ پتا نہیں کیا جال بچھایا ہے؟" لیڈی داؤد دانت پیس کر بولی۔ عمران خاموش تھا وہ پھر بولی۔ "میں نے پہلے ہی کہا تھا کہ تنہا نہ اترنا چاہیے تھا تہ خانے میں۔"

"بار بار کچھ نہ کہیے۔" عمران سر ہلا کر بولا۔

"کیا مطلب؟"

"اب اس سے کیا فرق پڑتا ہے کہ آپ نے کچھ کہا تھا اور میں نے اس پر عمل نہیں کیا۔"

"آخر یہ ہم کو کہاں لے جا رہے ہیں؟"

عمران کچھ نہ بولا۔ سفر ایک گھنٹے تک جاری رہا تھا۔ پھر لانچ کہیں لنگر انداز ہوئی تھی۔ مزید پندرہ منٹ گزر گئے لیکن کسی نے بھی ان کی خبر نہ لی۔

"کیا تم مسلح نہیں ہو؟" لیڈی داؤد نے پوچھا۔

"نہیں محترمہ۔"

"بڑی عجیب بات ہے۔ ایسی مہمات سے دوچار رہتے ہو اور غیر مسلح رہتے ہو۔"

عمران نے کوئی جواب نہ دیا۔

"اور تم فکرمند بھی نہیں معلوم ہوتے۔"

"فکرمندی جیسی بیماریاں مجھ سے ہمیشہ دُور رہتی ہیں۔"

"ایسے حالات میں بھی؟"

"ایسے ہی حالات نے مجھے بے فکرا بنا دیا ہے محترمہ۔ کچھ نہ کچھ تو ہو کر ہی رہے گا۔ پھر فکرمندی کیسی؟"

"یا تم بالکل بے وقوف ہو یا بہت زیادہ چالاک۔"

"یا ہم زندہ رہیں گے یا مار ڈالے جائیں گے۔ اس لیے دیکھا جائے گا۔"

"کیا دیکھا جائے گا؟"

"بس اب کچھ نہ کہیے۔"

"مشورہ دے رہے ہو یا فیصلہ صادر کیا ہے؟"

عمران کچھ کہنے ہی والا تھا کہ کیبن کا دروازہ کھلا اور دو آدمی اندر داخل ہوئے۔ ایک کے ہاتھوں میں ٹامی گن تھی اور دوسرے ہاتھ میں سوت کی موٹی ڈور کا لچھا۔ ٹامی گن کی زد پر لے کر ان کے ہاتھ باندھے گئے تھے اور کیبن سے نکلنے کو کہا گیا تھا۔ وہ عرشے پر آئے۔ لانچ کسی ویران ساحل پر لنگر انداز ہوئی تھی ان دونوں کو خشکی پر اتار دیا گیا۔ لانچ کے عرشے پر کھڑا ہوا آدمی انھیں ٹامی گن سے کور کیے ہوئے تھا۔

دوسرے نے صرف لیڈی داؤد کے ہاتھ کھول دیئے اور پھر لانچ پر واپس چلا گیا۔ لانچ کا انجن جاگا تھا اور وہ تیزی سے دور ہوتی چلی گئی تھی۔

"یہ... یہ... تو کوئی ویران جزیرہ معلوم ہوتا ہے۔" لیڈی داؤد کپکپاتی آواز میں بولی۔

"بڑے کمینے معلوم ہوتے ہیں۔" عمران نے کہا۔ "آپ کے ہاتھ کھول دیے اور مجھے یوں ہی چھوڑ گئے۔"

"میں کھولے دیتی ہوں لیکن اب کیا ہوگا؟" اس نے عمران کے ہاتھ کھولے اور وہ زمین پر اکڑوں بیٹھتا ہوا بولا۔ "میری تو مٹی پلید ہو گئی۔"

"کیا کہنا چاہتے ہو؟"

"شاید ہم اس ویران زمین کے آدم و حوا کہلائیں گے۔"

"کیا بکواس ہے؟"

"یہاں ہمارے علاوہ اور کوئی نہیں معلوم ہوتا ممانی لیڈی۔"

"آخر اس حرکت کا مطلب کیا ہو سکتا ہے؟"

"خدا جانے۔"

"اٹھو... اس طرح کیوں بیٹھے ہو؟"

"اٹھ کر کیا کروں گا؟" عمران کراہتا ہوا اٹھا تھا۔

"تہ خانے میں داخل ہونے سے پہلے تم نے کہا تھا کہ میری حفاظت کرو گے؟"

"بے وقوف لوگ حفاظت کے علاوہ اور کر ہی کیا سکتے ہیں۔"

دفعتاً عجیب قسم کا شور سنائی دیا اور وہ چونک کر آواز کی سمت دیکھنے لگے تھے۔

"یہ کیا ہے؟"

"کوئی بہت پرانے ماڈل کی گاڑی معلوم ہوتی ہے۔"

پھر انھیں وہ گاڑی دکھائی دے گئی۔ جسے ایک جانی پہچانی شکل والا آدمی ڈرائیو کر رہا تھا۔

"شش... شاہد۔" لیڈی داؤد ہکلائی۔

"معلوم ہوتا ہے اس نے شاہد کی کھال کا خول چڑھا رکھا ہے۔"

پچھلی سیٹ پر دو آدمی تھے جنھوں نے مشین پستول سنبھال رکھے تھے۔ شاہد نے انجن بند کیا اور چھلانگ لگا کر گاڑی سے اتر آیا۔

"اخاہ... تو آپ ہیں [illegible]" چہکارا تھا۔ عمران وہیں رک گیا۔ دونوں مسلح آدمی بھی گاڑی سے اتر آئے۔

"تم کون ہو اور یہ سب کچھ کیا کرتے پھر رہے ہو؟" لیڈی داؤد نے شاہد کو مخاطب کیا تھا۔

"میں آپ کا وہی پرانا خادم شاہد ہوں لیڈی داؤد۔"

"میں تمھاری اصلیت جاننا چاہتی ہوں۔"

"میرا باپ اسی فکر میں دُنیا سے چل بسا تھا۔ آپ ان فضولیات میں پڑ کر وقت ضائع نہ کیجئے لیکن کیا میں پوچھ سکتا ہوں کہ آپ یہاں تک کیسے پہنچیں؟"

"کیا تم نہیں جانتے؟" لیڈی داؤد نے غصیلے لہجے میں پوچھا۔

"نہیں، میں نہیں جانتا۔"

"ہم اس تہ خانے سے گزر کر یہاں تک پہنچے ہیں جہاں تم لوگوں نے اسلحہ کا ذخیرہ کر رکھا ہے۔"

"میں ایسے کسی تہ خانے کے [illegible] میں کچھ نہیں جانتا۔"

"یہ ٹھیک کہہ رہے ہیں" [illegible] "یہیں چلے آئے ہیں۔"

"شٹ اپ۔" شاہد دھاڑا۔

"پھر اور کیا کہوں پیارے بھائی؟"

"اب میں یقین کے ساتھ کہہ سکتی ہوں کہ داؤد کے قاتل تم ہی ہو۔ تم نے پہلے اسے ورغلا کر اپنا کام نکالا پھر راستے سے ہی ہٹا دیا۔"

"تم بہت ذہین ہو لیڈی داؤد۔"

"لیکن تم اس وہم میں نہ رہنا کہ خود بچے رہو گے۔"

"شاید اسی لیے عمران کو ساتھ لیے پھر رہی ہو۔"

"عمران... کون عمران؟" لیڈی داؤد چونک پڑی۔

"چلنے کی ضرورت نہیں۔" شاہد نے سخت لہجے میں کہا۔ "یہ تم دونوں کی زندگی کا آخری دن ہے۔"

وہ گاڑی کی طرف بڑھ گیا تھا پھر اس نے اگلی سیٹ پر سے چمڑے کا ہنٹر اٹھایا تھا اور عمران کی طرف دیکھ کر بولا تھا۔ "تمھارا بھی وہی حشر ہوگا۔ ورنہ بتا دو کہ ایکس ٹو کون ہے۔"

"اس اینٹ من کو کہتے ہیں جس سے بچے راکٹ اڑاتے ہیں۔"

"اچھی بات ہے... یہ لو۔" شاہد نے ہنٹر سے ضرب لگانے کی کوشش کی تھی۔ لیکن عمران صاف بچ گیا تھا۔

"ٹھہرو! میری بات کا جواب دو۔" لیڈی داؤد ہاتھ اٹھا کر بولی۔ "تم نے آخر میرے گھر کو اسلحے کا گودام کیوں بنا رکھا ہے؟"

"میں کیوں بنانے لگا۔ مکان تمھارا ہے۔ تم جانو۔ داؤد کسی قبرستان کا مجاور تو نہیں تھا... اسمگلر تھا اسمگلر۔"

لیڈی داؤد دانت پیس کر رہ گئی۔

شاہد نے اپنے ایک ساتھی سے کہا۔ "تم عمران کی تلاشی لینے کے بعد اس کے ہاتھ پشت پر باندھ دو۔"

شاہد کے ساتھی نے مشین پستول ایک طرف رکھ دیا اور عمران کی جامہ تلاشی لینے کے لیے اس کی طرف بڑھا ہی رہا تھا کہ اچانک

عمران بہت زور سے چھینکا۔ پھر اس پل بھر کے تعطل سے فائدہ اٹھاتے ہوئے اس نے مشین پستول کے لیے چھلانگ لگائی تھی۔ دوسرے آدمی کے مشین پستول سے گولیاں نکلی تھیں۔ لیکن عمران تو کبھی کا اس جگہ کو چھوڑ چکا تھا جہاں گولیوں نے ریت اڑائی تھی۔ دوسرے حملے کی نوبت نہ آسکی کیونکہ عمران نے بھی ٹریگر پر زور ڈالا تھا۔ حملہ آور نے قلابازی کھائی اور پھر نہ اٹھ سکا۔

"اپنی جگہ سے جنبش بھی نہ کرنا دونوں۔" عمران نے شاہد اور اس کے ساتھی کو کور کرتے ہوئے کہا۔ "تم میرا نشانہ ابھی دیکھ ہی چکے ہو۔"

"پستول زمین پر ڈال دو ورنہ چھلنی ہو جاؤ گے۔" دفعتاً عقب سے آواز آئی۔ عمران تو جہاں تھا کھڑا ہی رہ گیا تھا لیکن لیڈی داؤد تیزی سے مڑی تھی۔ ٹیلے پر ایک آدمی ٹامی گن سنبھالے کھڑا نظر آیا۔

"پستول زمین پر ڈال دو۔" پھر آواز آئی۔ اس بار عمران نے بے چوں و چرا وہی کیا جس کے لیے کہا گیا تھا۔

شاہد وحشیانہ انداز میں مشین پستول کی طرف جھپٹا تھا۔ پستول اٹھا کر اس نے اس کا دستہ عمران کے شانے پر رسید کرتے ہوئے اونچی آواز میں کہا۔ "راٹھور... وہ آدمی ہاتھ لگ گیا ہے جس کی تمھیں تلاش تھی۔ یہ عمران ہے۔ یہی بتائے گا کہ ایکس ٹو کون ہے اور کہاں ہے۔"

نو وارد ٹیلے سے اتر کر قریب آ گیا تھا اور لیڈی داؤد کو عجیب ہوئی نظروں سے دیکھے جا رہا تھا۔ "تو یہ ہے عمران!" اس نے اس کی طرف دیکھے بغیر کہا۔

"نہیں یہ لیڈی داؤد ہیں... عمران تو میں ہوں جناب۔" عمران نے کہا۔

"انھیں اسٹیمر پر لے چلو۔" راٹھور نے شاہد سے کہا۔

"عمران کو لے جاؤ۔ لیڈی داؤد میرے ساتھ جائیں گی۔" شاہد بولا۔

"نہیں، پہلے اسٹیمر پر جائیں گی۔" راٹھور بولا۔

"یہ ناممکن ہے۔" شاہد کا لہجہ اچھا نہیں تھا۔

"یہی مناسب ہے۔" راٹھور لاپرواہی سے بولا۔

"لیڈی داؤد کا ان معاملات سے کوئی تعلق نہیں۔"

"نہ ہو۔" راٹھور نے لاپرواہی سے کہا۔ "لیکن اب یہ ایک خطرناک گواہ ثابت ہو سکتی ہے۔"

"اور کیا۔ یہ تو قاعدے کی بات ہے" عمران سر ہلا کر بولا۔

"تم خاموش رہو" شاہد دہاڑا۔

"غصے میں ڈاؤ، شاہد" راٹھور نرم لہجے میں بولا تھا۔

"اچھا تو تم بھی اسے شاہد ہی کہتے ہو" عمران نے حیرت سے کہا۔

"چپ رہو" شاہد حلق پھاڑ کر چیخا تھا اور پھر بڑھ کر عمران کے پیٹ پر ٹھوکر ماری تھی۔

عمران دونوں ہاتھوں سے پیٹ دبائے بیٹھتا چلا گیا۔

"تم سچ مچ کتے ہو..." لیڈی داؤد غرائی تھی۔

"خبردار... وہیں ٹھہرو، جہاں کھڑی ہو" شاہد نے مشین پستول کا رخ اس کی طرف کرتے ہوئے کہا اور ٹھیک اسی وقت عمران نے دونوں دونوں مٹھیوں سے ریت اچھالی تھی۔ ایک مٹھی راٹھور کی آنکھوں میں جھونکی تھی اور دوسری شاہد کی آنکھوں میں۔ پھر راٹھور کی ٹامی گن پر قبضہ کرنے میں دیر نہیں لگی تھی۔ ساتھ گولیوں کی بوچھاڑ تیسرے آدمی پر پڑی جس نے عمران پر فائر کرنا چاہا تھا۔

"اب مشین پستول پھینک دو شاہد" عمران غرایا۔ "تمہارا یہ آدمی بھی ختم ہو گیا۔ ٹھیک ہے لیڈی داؤد۔ آپ دونوں پستول اٹھا لیجیے"

لیڈی داؤد نے خاصی پھرتی دکھائی۔ ان دونوں کی آنکھیں جھنپی ہوتی تھیں اور انھوں نے اپنے ہاتھ اوپر اٹھا رکھے تھے۔

"اب کیا خیال ہے مسٹر شاہد" عمران بولا۔ "یہ کھیل کب تک جاری رہے گا"

"تم یہاں سے بچ کر نہیں جا سکتے" شاہد دہاڑا۔

"وہ تو میں بعد میں دیکھوں گا۔ وہ عورت ہمارے قبضے میں ہے جسے تم نے بیگم ایکسٹو بنایا تھا۔ سعدیہ بہت کچھ اگل چکی ہے۔ اسلحے کا ذخیرہ بھی! لیکن ٹھہرو... تمھیں تو میں پہچانتا ہوں... یہ راٹھور کون ہے"

شاہد کچھ نہ بولا۔ راٹھور بھی خاموش تھا۔ دونوں کی آنکھوں سے پانی بہہ رہا تھا۔

"لیڈی داؤد۔ کیا آپ شاہد کا چہرہ دیکھنے کی کوشش نہیں کریں گی۔ ویسے میں تو اس خول کے باوجود بھی اسے پہچان چکا ہوں"

"ضرور دیکھوں گی اچھے دوست!" وہ آگے بڑھتے ہوئے بولی اور عمران نے کہا تھا "شاہد جھک جاؤ"

شاہد جھکا تھا۔ لیکن حکم کی تعمیل میں نہیں۔ بلکہ کسی چیتے کی طرح جھپٹ کر عمران کے سینے پر ٹکر مارنی چاہی تھی لیکن اسی ہی لمحے میں عمران کی ٹھوکر اس کی ٹھوڑی پر پڑی اور وہ بے ہنگم سی آواز کے ساتھ الٹ گیا۔

"بس اب اسی طرح پڑے رہنا۔ ورنہ ٹامی گن کی بوچھاڑ تمھیں چاٹ جائے گی۔ لیڈی داؤد جلدی کیجیے"

لیڈی داؤد اس کے بال پکڑ کر زور لگانے لگی تھی۔ ادھر شاہد نے مضبوطی سے اپنی گردن پکڑ رکھی تھی۔

"چھوڑیئے... کیا فائدہ... شکل دکھانا نہیں چاہتا تو نہ سہی... میں بتائے دیتا ہوں... یہ نادر چنڈ والا ہے"

"نہیں۔۔۔!" راٹھور اور لیڈی داؤد کی زبان سے بیک وقت نکلا تھا۔

"وہی ہے جس پر خول چڑھا سکتا ہے۔ لیکن انگلیوں کے نشانات کا انتظام اس کے بس میں نہیں ہے"

"میں تجھے مار ڈالوں گا" شاہد لیڈی داؤد کو ایک طرف جھٹک کر اٹھ کھڑا ہوا۔ پھر وہ کسی پاگل ہی آدمی کی طرح عمران پر ٹوٹ پڑا تھا۔

"ہٹ جاؤ" بیگم داؤد چیخی۔ "ورنہ مارتی ہوں گولی"

لیکن یہ دھمکی بھی کارگر نہ ہوئی۔ شاہد کو [illegible] ٹامی گن بھی یاد نہیں رہی تھی۔ عمران نے لیڈی داؤد سے کہا "یہ ٹامی گن بھی اپنے ہی قبضے میں رکھیے۔ نادر یوں نہیں مانے گا"

لیڈی داؤد راٹھور کو کور کیے کھڑی رہی۔ ساتھ ہی کہتی رہی "تم یہ نہ سمجھنا کہ مجھے ان حربوں کا استعمال نہیں آتا۔ زندگی عزیز ہے تو ہاتھ اٹھائے کھڑے ہی رہنا"

ادھر نادر دیوانوں کی طرح جھپٹ جھپٹ کر حملے کر رہا تھا۔ اسی دوران میں چمڑے کا وہ ہنٹر بھی عمران کے ہاتھ آ گیا جو خود اسی کے لیے استعمال کیا گیا تھا۔ اس نے ٹھوکر مار کر شاہد کو دور اچھال دیا اور پھر چابک والا ہاتھ گھوما تھا۔ شڑاپ... شڑاپ... پے در پے کئی ہاتھ شاہد پر پڑ گئے اور اب عمران اچھل کود کر اتنا فاصلہ برقرار رکھنا چاہتا تھا کہ چابک کو بخوبی استعمال کر سکے۔ اسی دوران میں ایک بار وہ راٹھور اور لیڈی داؤد کے درمیان آ گیا تھا۔ راٹھور نے موقعے سے فائدہ اٹھاتے ہوئے نکل جانا چاہا لیکن لیڈی داؤد اس سے زیادہ پھرتیلی ثابت ہوئی تھی اس نے بڑی تیزی سے اپنی پوزیشن تبدیل کی اور راٹھور پر فائرنگ شروع کر دی۔

وہ چیختا ہوا ڈھیر ہو گیا تھا۔ کئی گولیاں اس کی پشت میں

اتر گئی تھیں۔

ادھر عمران پر جیسے دیوانگی کا دورہ پڑ گیا تھا۔ شاہد کو کوڑے کے چابک سے پیٹے ڈال رہا تھا۔

پھر شاہد بھی گر پڑا۔ اور عمران نے لیڈی داؤد سے پوچھا۔

"کیا راٹھور ختم ہو گیا؟"

"بالکل۔۔۔ کئی گولیاں لگی ہیں"

"برا ہوا۔۔۔ وہ ایک پڑوسی ملک کا اسمگلر تھا۔ خیر اب آیئے اور نادر چنڈ والا کے درشن بھی کر لیجیے"

اس نے جھک کر شاہد کے چہرے سے خول اتار دیا۔ اس کی آنکھیں کھلی ہوئی تھیں۔ پلکیں بھی جھپکا رہا تھا۔ لیکن جنبش کرنے کی سکت اس میں نہیں رہ گئی تھی۔

"یہ مردود... معقول معاوضے پر آدمیوں کو بھی اسمگل آؤٹ کر دیتا تھا" عمران طویل سانس لے کر بولا۔ "پتا نہیں کتنے بھولے بھالے لوگ اس کی وجہ سے عرب کے ریگستانوں میں ٹھوکریں کھاتے پھر رہے ہیں"

لیڈی داؤد کچھ نہ بولی۔

عمران سیدھا کھڑا ہو کر چاروں طرف دیکھنے لگا۔

"یہ میرے ہی جزیرے کا شمالی ویران ساحل ہے" وہ تھوڑی دیر بعد بولی۔ "اس لالچی کے لوگوں نے ہمیں دھوکے میں رکھنے کے لیے پورا ایک گھنٹہ صرف کر دیا تھا۔۔۔ عمران میں تمھاری مشکور ہوں۔ ساری زندگی تمھیں اپنا بہترین دوست تصور کرتی رہوں گی۔۔۔ اور یہ حرامزادہ! اس کے بارے میں تو میں سوچ بھی نہیں سکتی تھی۔ اسے لوگ فرشتہ سمجھتے تھے اور یہ دوہرا کردار ادا کر رہا تھا"

عمران کچھ نہ بولا۔ اس کی نظریں نادر چنڈ والا کی بجائے راٹھور کی لاش پر جمی ہوئی تھیں۔

◆

نادر چنڈ والا دوہرے کاروبار والا ثابت ہوا تھا۔ یہی نہیں بلکہ وہ ایک پڑوسی ملک کے بہت بڑے اسمگلر کے ایجنٹ کی حیثیت سے بھی کام کر رہا تھا۔ منشیات اور آدمیوں کا اسمگلر تو تھا ہی لیکن ان دنوں تخریب کاروں کے لیے اسلحہ کی سپلائی بھی اپنے ذمے لے لی تھی۔ راٹھور اسی بڑے اسمگلر کا نمائندہ تھا اور ان دنوں اس لیے یہاں موجود تھا کہ اپنے آقا کے احکامات کے مطابق عمران اور ایکسٹو کو تلاش کر کے ٹھکانے لگوا دے۔

نادر چنڈ والا نے ہوش میں آنے کے بعد مزید کئی ایسی جگہوں کی نشاندہی کی تھی جہاں اسلحے کے ذخیرے موجود تھے۔ پرنس داؤد اس کا شریک کار تھا لیکن لیڈی داؤد اس سے لاعلم تھی کہ وہ قانونی طور پر نادر کا شریک کار ہے"

بہرحال وہ عمران کی بے حد ممنون تھی۔

سعدیہ درانی پر بھی فرد جرم عائد کر دی تھی اور اسے جیل بھیج دیا گیا۔ البتہ تنویر تھی سرکاری گواہ کی حیثیت سے بمشکل شاہد اپنے آدمیوں کا ہاتھ بھی بٹاتا تھا اور ان پر کڑی نظر بھی رکھتا تھا۔ کچھ دوسری شکلوں کے خول بھی اس کی قیام گاہ سے برآمد ہوئے تھے، جنھیں وہ وقتاً فوقتاً استعمال کرتا رہتا تھا۔

صفدر کی حالت اب پہلے سے بہتر تھی اور وہ اسپیشل وارڈ کے ایک آرام دہ کمرے میں لیٹا ہوا بڑی محبت سے عمران کی طرف دیکھے جا رہا تھا۔

"او بھائی۔۔۔!" عمران گڑبڑا کر بولا۔ "نرس باہر گئی ہے۔ یہ میں ہوں۔ تمہارا خادم عبدالمنان۔۔۔"

"آپ سے زیادہ مجھے کوئی عزیز نہیں ہے" صفدر ٹھنڈی سانس لے کر بولا۔

"آہستہ!" عمران نے خوفزدہ لہجے میں کہا۔ "کہیں کوئی نامحرم نہ سن لے"

"آپ ناقابل تسخیر ہیں"

"اب تو تم نے لونڈیوں کی سی باتیں شروع کر دیں" صفدر نے مسکرا کر آنکھیں بند کر لیں۔